

# ماهنامه مجلہ دیوبند

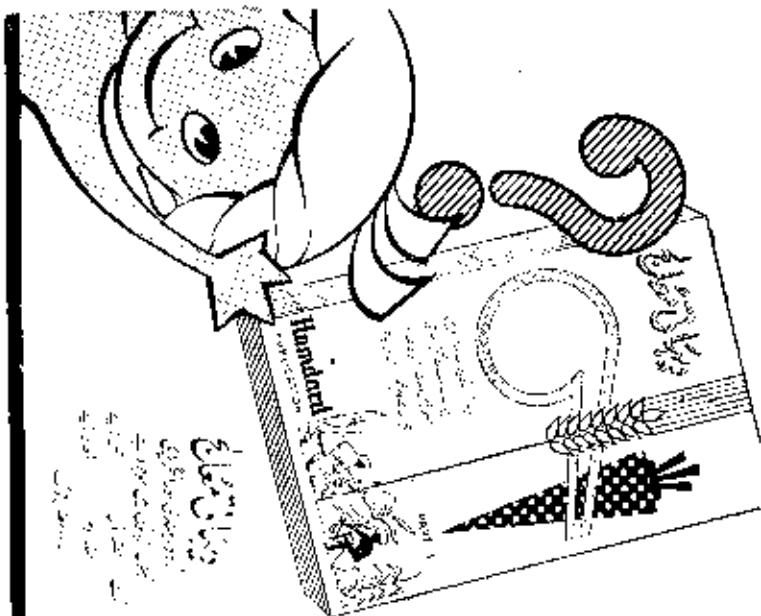
ایڈٹر: عاصم عثمانی (ناصل دیوبند)

62

Internal Rs. 7.

# پالیٹ مکان

پالیٹ مکان کا نام ایک بھارتی شہر پالیٹ کے نام سے تھا۔ اس شہر کا نام اپنے پالیٹ کی وجہ سے تھا۔ اس شہر کا نام اپنے پالیٹ کی وجہ سے تھا۔ اس شہر کا نام اپنے پالیٹ کی وجہ سے تھا۔ اس شہر کا نام اپنے پالیٹ کی وجہ سے تھا۔ اس شہر کا نام اپنے پالیٹ کی وجہ سے تھا۔



پالیٹ مکان  
پالیٹ مکان



# میلوسوں کے لئے بشارت

## سفید، مجرب، قابل اعتماد علاج

### تجسسی ہماری صداقت کی گواہی دے گا

# سنکارا

ایک تقدیر بخش اور دلائیں سے بھروسہ نامک جس سے  
ستفادہ اسی جڑی بڑی اشال ہر ٹیسٹ شال ہیں جن کی روائی افادت  
حالت حداں کے تسلیم کی جاتی ہے۔ سنکارا کا مکمل ہوں  
طااقت کر بڑی جلدی بحال کر دیتا ہے۔



دہل، کانپور، پٹیالہ



اگر آپ مدتوں علاج و معالجہ کے بعد ہوتا ہے اور کمبوسی و انتشار کی  
زندگی گذار رہے ہیں۔ وقت کے تقلیل کے بغیر محتاط زندگی کے  
باعث جسم کی طاقتیں زائل ہو رہی ہیں تو مندرجہ ذیل دامیں  
استعمال کر کے اپنی زندگی کو شاد و خرم بنائیے۔

محبوب شاطاط زندگی۔ مکمل کورس ..... دہلی پڑپے  
محبوبی۔ سوگر لیساں ..... دہلی پڑپے  
رفیقی۔ ایکشنسی طھانی کول ..... پاچ روز پڑپے  
انیں نہیں۔ مکمل کورس ..... دہلی روز پڑپے  
نیز جملہ امراض کا علاج ہمارے یہاں ہوتا ہے۔

حکیم ابوسعید اللہ اسلام نگر لاکھنؤ درخیلگ صوبہ ہمارا

# روغن اکسپریڈ رماغ

روغن اکسپریڈ رماغ کوئی معجزی اشتہاری تسلی نہیں  
قیمتی جوڑی بٹیوں اور سفید اجزاء کا مرکب ہے۔ جو  
دماغی وقت اور بالوں کے لئے نامک جیشیت  
و رکھتا ہے۔

دماغی نہیں کوڈور کرتا ہے۔ بے نوابی رفع کر کے  
سیٹھی نیزد مٹا لاتا ہے۔ دماغی کام کرنے والوں کیلئے  
خاص تخفیف ہے۔ قیمتی ششی ایک روپیہ، پانچ پیسے  
ڈاک خرچ ایک روپیہ آٹھ تکے علاوہ۔

**ہمال فارمیسی۔ دیلویند (بی۔پی)**

ہندستان کے عظیم قومی انتظامیا ہدایت مولانا حافظ الرحمن حنفی کی یادیں دافع فضیل القرآن دیوبند کا دینی مہنامہ "مشرب دیوبند" پیش کرتا ہے:-

# مجاہد ملت نمبر

جواہر

کتابت و طباعت کے خاص اہم اکیساتھ تقریباً دیڑھ صفحات پر ہے اکتوبر ۱۹۷۴ء کو شائع ہوئے،  
جس میں

- مجاہد ملت کی دینی اور سیاسی خدمات
- ملک بھر کے نامور اہل قلم کے مقامات
- اس خلیلہ بیان مقرر کی دفانی تقاریر
- مولانا کے وصال کا آنکھوں دیکھا حال
- اور بے شمار مرثیے اور قطعات ہوں گے۔

مجاہد ملت نمبر کی قیمت ایک روپیہ پچاس نئے پیسے سالانہ چند پانچ روپیے

ایجاد رقم سے بچنے کے لئے

راجحہ حضرات

<p>ایپنی مطلوبہ کامیبوں کی فہرست اکتوبر ۱۹۷۴ء</p> <p>تک دفتر میں بخچ دیں۔ اس کے بعد آئندے والے</p> <p>یقینی اٹان "مارکی نمر آپ" کو سالانہ چند کی</p> <p>وقت ہی میں مل جائے۔</p>	<p>یہی فرصت میں ماہنامہ مشرب کا سالانہ چند مبلغ</p> <p>یا بخچ روضے ذریعہ منی آئندہ ارسال فرمائیے تاکہ</p> <p>آئندہ روں کی نیکیں کے لئے دفتر مدار نہ ہو گا</p> <p>(ایڈیشن محدود)</p>
---------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

## پاکستانی حضرات

جلد رقم حافظ عذیز الرحمن صاحب مکان نمبر ۲۲۳۔ ۰ میں بازارِ محدث سنت پورہ لاہل پور کوارسال  
فرارک رسید ہراؤ راست دفتر کے پتے پر دیوبند روانہ کر دیں۔

مکمل خط و کتابت اور ترسیل زر کا پتہ:-

فیحر ماہنامہ مشرب دیوبند ضلع سہارنپور (بیو۔ پی)

# نہرست مضاہین مطابق ماہ ستمبر ۱۹۷۳ء

۶	آہ مولانا حفظ الرحمن	عامر عثمانی
۹	آغاز سخن	عامر عثمانی
۱۱	برہان کا اداریہ (جلدی ملکیت)	عامر عثمانی
۲۳	تفہیم الحدیث	عامر عثمانی
۳۹	کیا ہم مسلمان ہیں؟	شمس توریخ خان
۴۹	مسجد میغانتے تک	ڈاکن العرب ملک
۵۶	کھرے کھوٹے	عامر عثمانی
۶۶	باب الصحت	بیگم غلبم زبیری

ماہنامہ **بھلی** دیوبند

شمارہ سترہ

بھلی دیوبند

ہر انگریزی ہیئت کے پہلے ہفتے میلے ہوتے ہیں لیکن ہوتا ہے  
سالانہ قیمت سارے پر فی پرچہ ۱۲ نومبر پیسویں  
نیز مالک سے سالانہ قیمت اشتراکیں پوشل آرڈر  
پوشل آرڈر پر کچھ نہ لکھتے بالکل سادہ رکھتے  
**اشد ضروری**

اگر اس اڑے میں  
سُرخ نشان ہے تو  
بھلیجے کاس پرچہ پر آپی خردباری ختم ہے۔ یا تو منی آرڈر سے سالانہ  
قیمت بھیجنی یادی پی لی اجازت دیں۔ اگر آئندہ خردباری  
جاری نہ رکھنی ہوتی بھی اطلاع دیں فاموشی کی صورت میں  
اکلا پرچہ وی پی سے بھیجا جائے گا جسے وصول کرنا آپ کا اخلاقی  
فترض ہو گارو دی پی ساتھ روپہ باٹھنے پیسے کا ہو گا۔  
منی آرڈر بھلیج کر آپ دی پی خرچ سے بھیجا جائیں گے۔

**پاکستانی حضورات**  
ہمارے پاکستانی پتہ پرچہ بھلکر سید منی آرڈر اور  
اپنا نام اور مکمل پتہ میں بھیج دیں رسالہ جاری ہو جائے گا۔

تیسیں زر اور خط و کتابت کا پتہ  
پاکستانی حصہ، مکتبہ غثانیہ ۱۲۸ میدان بازار  
عامر عثمانی دفتر بھلی دیوبند ضلع سہارنپور پی۔

عامر عثمانی پر نظر پبلشرنے "تیشن پرنٹنگ پرنسپلی دیوبند" سے چھوکر لپی دفتر بھلی دیوبند سے شائع کیا

**كُلُّ مَنْ عَلِمَهُنَّ أَنْ يُبَيِّقَ وَجْهُهُ رَتَّلَعَذُولَ الْجَلَالِ وَالْكَرَامُ**

## **آه مولانا حفظ الرحمن!**

دوسری دنیا میں جا چکے ان کے لئے سوئے حصہ نہیں،  
سوئے عقیدت، سوائے دعائے مغفرت کے ہمارے  
پاس اب کچھ نہیں ہے۔ ان کے علم فہم، ان کی ذکاءت و هوتو  
ان کی تحریر و تقریر، ان کی امتیازی آن بان سے مریض اظر  
تو بھلا کون کم سواد کر سکتا ہے لیکن یہ صداقت بہرحال  
لبخا جگہ ناقابل تردید ہے کہ ان کی رنگاریگ صلاحیتوں  
پورا شباب، ان کی ساری نوانیاں جنگ آزادی کی نزد  
ہوئی تھیں اور جب آزادی کا سورج ہم پر طلوع ہوا تو وہ  
ایسی بیش بہرا صلاحیتوں کا دامن سمیت کر اغزر و منصب ک  
ات بلند پر بھا بیٹھے تھے جو اگرچہ بجا طور پر قلچ سوہا کو کا  
حصہ ہوا کرتی ہیں۔ لیکن تاریخ کی چند مترفرداں خال  
مشالوں کے سواد پاں تک عوام کے دل کی دھرمکنیں افجھ جو  
کے احساسات کی آہیں کھی نہیں پہنچا کر تیں۔

لیکن مولانا حفظ الرحمن تو ارشاد رقدہ تو ان مجاهدوں  
میں تھے جنہوں نے ہمیں میدان جنگ میں جان دی ہے۔  
یہ محض استعارہ نہیں ایک سامنے کی حقیقت ہے کہ آزادی  
کے بعد بھی تھسب، تنگ نظری، فرعونیت اور ظلم کی طاقت  
کے پاتھوں ہمارا دلن اہست سلطے کے لئے ایک جنگا، ایک کرزار  
بنا ہوا ہے جہاں مسلمان سلسلہ برافت، فیروز احتیاج اور  
کرب و اضطراب کا جسمہ بن کر رہ گئے ہیں۔ اور ایک بخار حاضر  
ذہن سے نکان ان پر جبر و جوہ کے ترکش خالی کر دے رہا ہے  
مولانا حفظ الرحمن علیہ الرحمۃ ظلم و طغیان کی ان طاقتیوں سے

بچھے لوگ مرتے ہیں تو ایک آنکھیں بھی ان پر روشنے والی  
نہیں ہوتی بچھے لوگ مرتے ہیں تو احباب و اقربار کا ایک  
خود دحلقة ان پر انسو بہا لیتا ہے۔ لیکن بچھے لوگ مرتے  
ہیں تو ادھر سے اور صریک فضائیں اندادہ و ملال کا غبار بھرتا  
چلا جاتا ہے اور کوئی نہیں کن سکتا کہتنی آنکھیں اشکوں سے  
نہیں گئی۔ صرف اشکوں ہی کی بات نہیں، ان کی موت پر  
روحیں تڑپاٹھی ہیں، دماغ کو دے جانے تھیں اور احسان  
کے ماتھے پر پنگلی ہوتی چنگاریاں پسندیدن کرچیں جاتی ہیں  
کیا شک ہے کہ ہمدردت مولانا حفظ الرحمن  
قہس اللہ سترہ المعزیز الجیسی اسی بلند مرتبہ اور ذی شأن  
ہمیشیوں میں سے تھے جن کی موت نے ہر اس شخص پر غم کا  
پہاڑ ڈالیا ہے جسے محروم و مغفور کے ادھاف غالیہ درہ مامن  
محابا کا اور اک ہے۔ جس کے سینے میں دل مریشیں چکلے ہے  
اور جو اپنے ملک دلت کے غصوں حالات دسائل کا شور  
رکھتے ہوئے اس حقیقت کو سمجھتا ہے کہ مولانا حفظ الرحمن  
طاب اللہہ مسرا کا کا وجود نامساعد حالات کی ماری ہوئی  
امنت مسلم کے لئے آج کس قدر اہم تھا۔

کوئی ہمارا نئے یا بہرث کرے ہم تو بلا خوف تردید  
و عزم کر دیں گے کہ مولانا آزاد ملیل الرحمۃ کی موت کا حادثہ اگرچہ  
بہت بڑا تھا لیکن اثرات و ستائیں کے احتیار سے ہمارا موت کی  
موت اہمنت سلطے کے لئے زیادہ کاری نہیں ہے۔ مولانا آزاد  
لیپے لچھے اور برے پلکے اور بھاری اعمال کا سرا یہ سمجھائے

تیرہ آنے کرنے والوں کی صفت اول کے حمایتکاروں  
بھائی احتیار سے بخیف لیکن جو اس وہت کے لحاظ سے  
بڑے شجاع تھے۔ شیردل تھے۔ حیا لے اور نہ لڑتے۔ انکی  
زندگی کے تقریباً چالیس سال اس جنگ جو سوراکھ طرح  
لگدر سے ہیں جو اپنا انہن مدرسے بازدھے حربیں کے آگے منتظر  
ڈتا ہوا ہو۔ اخنوں نے دہری ابتلاءں جھلی ہیں۔ جو بھی جنگ  
روئے۔ ایک طبق اخیں اپنی ہی ملت کے ان افراد سے  
دست و گریاں ہونا پڑا ہو ان کی دانست میں فاطمہ کنگل  
کے علمبردار تھے۔ لیکن عقائد کے حاملوں سے وہ بڑی بھروسی  
کے ساتھ قبردار آزمائے ہیں اور دوسرا طرف امرت سلیمان  
باطل اور جا رہا نہ علامت کے بے تعاشر رہنے والے تیروں  
سے بچنے کی امتحنہ جذبہ جید اخنوں نے اس وقت تک  
جاری رہی جب تک تقریر الہی نے اخیں استرا کا پیدا نہ بجا تھے  
پر بھروسہیں کر دیا۔ الشاند۔ کہیے امتحنہ۔ یہ باک  
سماں و قل۔ سرگرم اور جھقا کوش تھے مولا تا حفظ اُن  
روح الشدائی — ایک شعلہ جوالا — ایک صحیح  
روان — ایک جذبہ جسم — ایک مسرد ہوتے  
والی بھن — ایک ایسا پکارا میر جس نے انتہا فی کا بوس  
کن حالات میں بھی اسید کادا من نہیں چھوڑا اور مسلمانوں کو  
تلکار کرنا ادا تو ابھا گوست، خوف زدہ مت ہو، یہ ملک  
تمہارا ہے، یہ زمین و آسمان تمہارے ہیں۔ بخود ہو کر ظالم کی  
طاقوں کا مقابلہ کردا اور ثابت کر دو کہ ڈلن کی محبت میں ہم  
کسی سے بچپن نہیں ہیں۔

ہم اس حقیقت کو چھپانا نہیں جانتے کہ جیفہ العمل  
کے سب اسی فکر سے ہیں کامل التفاق کبھی نہیں ہوا۔ ہمارے  
یا اس اختلاف کے متعدد دلائل تھے اور ہیں۔ لیکن اسی کے  
ساتھ اس اعتراف سے بھی ہیں کوئی نہیں رد کر سکتا  
کہ مولا تا حفظ الرحمٰن خدا داد صاحبوں اور قابیل رشک  
عاسن د محاذ کے اعتبار سے بہت متاز تھے۔ ان کے

اخلاص اور دردمندی میں بھی دو را یوں کی گنجائش نہیں  
ہے۔ ان کی جماعت قوم دلت کے نئے بڑی قیمتی تھی۔  
وہ ضبط سماج کے تھے۔ اور آج جب کروہ اپنے اعمال  
کا دامن سیف کرائیں رہے جائے ہیں تو یہ ہمارے لئے  
ایک یا اس انگریز ساعت ہے۔ ایک کر بناک لمبھو را ایک  
حادثہ غلطیم ہے۔ موت کا فرشتہ اگر اشتعل شانہ کا تابع  
فریان نہ ہونا تو ہم فرط غم میں یہ کہنے سے بھی نوجہ کے کو جلوہ  
لت کی روح قبض کرنے میں اس نے جلدی بازی کی ہے۔  
موصوف اگرچہ جو اس سال نہیں تھے کہ ہم غالباً کی زبان  
میں کچھ سلکیں

ہاں اے فلکی پیر جوال تھا ابھی عارف  
کیا تیرا گہڑا جو جنہ مرتا کوئی دن اور  
لیکن اسے عمر سیدہ بھی نہیں تھے کہ دس میں سال اور  
جیئے جانا بھجو کھلانا۔

مگر ہمارے نئے میں خاک — کوئی رسم سے بڑا  
حادثہ اور عظیم سے عظیم اسلام بھی خاتم عکیم دن اسکی مصلحتوں  
سے خالی نہیں ہوا کتنا۔ ہر قیامت ہجہ ہم پر نوچی بے اسکا  
حق ہے کہ نوچی کیوں نکل جو کچھ جس وقت ہوتا ہے وہ اکھیاں  
ہے کہ اسی وقت ہو۔ تقریر الہی میں جہاں اخراج نہیں ہیں  
خطابھی نہیں۔ تعالیٰ اللہ عز و جل۔

حاصل تعریف یہ ہے اجس وقت ہیں شیردل  
اور محلص بجا ہوں کی سب سے زیادہ ضرورت تھی اسی وقت  
مولانا حفظ الرحمن جیسے سخت کوش، بلند حوصلہ اور امتحنہ  
بزرگ کا حصہ جانا ایک ایسے ستون کا گرجانا ہے جو ملت مسلم  
کے عنم وہت کی گرتی ہوئی دیواروں کا سہپا را بنا دھانچا  
جمعتہ شہر کی قیامت صفری میں آگ اور خون کے  
سیل تنہ سے گزرتے ہوئے بے شمار انسانوں کو پیار  
حیات دیا تھا۔ اور اس کے بعد سے مسلسل اب تک وہ  
ہر حادثہ پر اپنی تمام صلاحیتوں کو اپنے لفظ کے مطابق

فضل و رحمت سے نوازے اور ہم آپ کو خدمت ملک دلت کی توفیق دے۔ مولانا نائے مر جم کے پس مانگان سے ہم تہہ دل کے ساتھ ای ٹکساری اور نیک خواہشات کا اظہار کرتے ہیں۔ نیز جمیعت العلامار کے ارباب حل و عقد سے ملکس پری کر مالوس و دلگر فترت نہ ہو جائیں۔ انسان مرست ہی کے لئے پیدا ہوا ہے۔ حمد و حمد کامیاب ہر حال جوں کا قول ہے۔ مالوں کی اور راہیں جنگ کے اقتدار سے دامن پر کر مولانا نائے مر جم کے کاز کو تکمیل سنک پہنچانا اسی پہلیتے اور اگر طبع نازک پر گراں نہ ہو تو یہ گزارش بھی تم ادب کے سبق کریں گے کہ نظری اور عمل احتصار سے بعض خامیاں جمیعت العلام ہیں پائی جاتی ہیں ان پر بھی یہ فضی اور دیانت کے ساتھ توجہ کرنی چاہئے۔ خود تقدیری ترقی کا دریت ہے۔ ارجمند کے ارباب حل و عقد خلوص کی سطح پر اک خود کریں گے تو انھیں پہلے ہی مرضی میں اس کی ضرورت محسوس ہو گی کہ لگنہ دے خطوط عمل میں کچھ زکھم تبدیلیاں ضرور ہوئی جائیں گی۔ یہ بعض اشارہ ہے۔ تفصیل پر غور کرنا ارباب پر جمیعت کا کام ہے۔

## ایک اور ساختم

اچھی اس تحریر کی سیاہی بھی خشک نہیں ہوئی  
خشی کو حضرت شاہ عبدال قادر را نے پروردی کے  
انتقال کی خبر بھی کافلوں نے سن دیا۔ انا لشی فانا الی یعنی  
آپ کا یک عظیم مرشد تھے۔ اس دفعہ قحط الرجال میں  
آپ کی ہتھی مخفیتات بیدار ہیں۔ دل صدھے کیا ہے  
ہم حضرت کے تمام متعلقین دن تو سلیمان کی خدمت میں  
تعزیت پیش کرتے ہیں۔

الش تعالیٰ انھیں آخرت کے اعلیٰ درجات  
سے نوازے۔ آمین۔

ملکہ دلت ہی کی خدمت اور عمل دعماً قوت ہی کے گیو  
سنوارے نے پر کھیار ہاٹھا۔  
ستھم ظرفی یہ ہے کہ ہماری قوم ایک طویل عرصے  
مردہ پرست ہے اور زندگی کو ہبت کم شمار میں لاتی ہے  
مگر جب وہ مر جاتے ہیں تو ان کی عقیدت و محبت کا پرجم  
ساتوں آسمان تک پہنچا دیتی ہے۔ آپ دیکھتے ہیں میں کہ  
جب کوئی بزرگ دار قافی سے تشریف لے جاتے ہیں تو  
لکھتے ہیں دنوں تک ماتم سرائی کا وہ غلغلم بلند رہتا ہے  
کہ گویا یہی پھٹ جائیداد کے اور دل و جگہ اشک بن کر بیدہ  
چاہیں گے۔ ہا اور بیجا صحیح اور فاطمہ طرح کی تحریقوں کے  
پلے باندھ دیئے جاتے ہیں۔ نظم و نثر کی ساری استعدادیں  
ضم کر دی جاتی ہیں۔ لیکن مر نے والے کی زندگی میں ان  
قصیدہ سزادیں نے کس حد تک عقیدت و انفیاد کا ثبوت  
دیا اور مولا اس کے کاز کو تکنی تقویت پہنچا تھی یہ سوال رہناک  
ہی دردناک ہے۔ خود مولا نا حفظ الرحمن کو بھی زندگی ہیں  
یہی ملال رہا کہ جس مجاز پر انھیں زبانی مع خروج کی نہیں  
عمل تعادون کی ضرورت تھی وہاں وسیع معنوں میں انھیں  
تعادون نہ مل سکا۔

جولوگ مولانا نائے مر جم کی محبت کے دھوپیں ارہیں  
انھیں ما تم و شیوں اور قصیدہ صراحتی سے جلد فراختہ مال  
کر لیتی چاہئے۔ اگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ جیسے بزرگ کمال  
صدماں مال ماتم کی مرض کا علاج نہیں بن سکا تو اور کسی کی  
طوبی عنزاداری کیا تھرہ دیگی۔ محبت کا حقیقی تعاقب یا یہ  
کہ حسین جہد مسلسل کو مر جم نے اپنا یا تھا آپ بھی اسی کو حسین  
بنائیں۔ آپ اگر نظر یا قی پہلو سے ان سے کچھ اختلاف  
مجھی رکھتے ہیں تو جد و جهد، سرگرمی، تہذیب، تنہی اور ایسا ذ  
اعلام ہیں تو ہر جاں ان کی تقلید اور لازم ہے۔ اگر انہیں تحریر  
کی طسری مرثیے ہی پڑیں ہیں تو مجھے یعنی مر جم کی شمع  
آپ کی طرف سے کبھی ملکن نہ ہو گی۔ الش تعالیٰ انھیں اپنے

# آغا سخن

## تجھی کی طاک

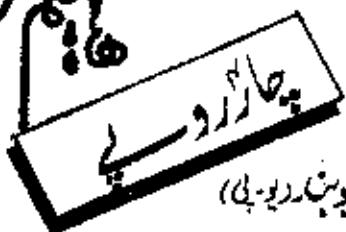
بھیں احسان ہے کہ "تجھی کی طاک" کا خاتم کچھ دنوں سے  
ویران ویران سا حل رہا ہے۔ اس بار نو وہ سرے سے ہے  
ہی نہیں۔ ناظرین کو اس سے جو بد مرگی ہوتی ہے وہ کہم سے  
پوچھنے نہیں ایکن حالات ہی کھنچیں یا پیش آ جائے ہیں کہ  
ایسی بے بسی کے اعتراف کے سوا چارہ نہیں رہتا۔ اپنے نام  
سے براہان کے اداروں کا جائزہ کافی صفحات لے رہا ہے۔  
نیز وہ گھر معاشرین بھی کھنم اتم نہیں چل رہے۔ تجوید کہ دو ماہ  
تک "کھڑے ہوئے" کے صفحات فائب رہے۔ اب اس بار  
دوسرا بارہ صفحات شیئے جائے ہیں مگر تبصرہ طلب کیا ہے اب  
بھی بڑی تعداد میں جمع ہیں اور آمد کا سلسلہ براہاری ہے۔  
ان سب امور کو میں نظر رکھتے تو ہماری معدود ریالی کی  
بیکھر میں آ جائیں گی۔ براہان کے اداروں کا جائزہ تو پورا ہوا۔  
اب ارادہ چے کے اگلے ماہ سے "تجھی کی طاک" کو حقیقتی الرسح  
رونق دی جائے۔ السعی متی والاتمام من اللہ۔ اس  
اہ ملالت نے بھی دوستی ہیں تاکارہ بنائے رکھا ہے تاریخ  
دعاؤ ریائیں کہ اللہ تعالیٰ ہم مزید تو انی تو فیں اور صحت د  
سمت سے نوازے۔ تجھی کو زیادہ سے زیادہ مفہیں نہ کریں  
کہ ناہی ہماری سب سے بڑی  
آزاد ہے

بعض اتفاقات عجیب ہوتے ہیں۔ کیا یہ عجیب نہیں ہے  
کہ گذشتہ شماۓ کے مضمون "مشرق اگر زیان" میں ہولناک موڑی  
کا پورا اقتباس کتابت سے رہ گیا اور اس کا علم طباعت کے  
بعد مختلف حضرات کے خطوط سے ہوا۔  
مگر اس سے بھی بڑھ کر عجیب یہ سنتے کہ تمام المعرفت  
نے اس مرتبہ اس اقتباس کو شائع کرنے کا ارادہ کیا اس، میکن  
میں اس وقت جب رسالہ رسیں جلنے کے لئے تیار تھا جانتے  
کہاں اور کیسے وہ ماذم ہو گیا جس سے اقتباس لینا تھا۔ تلاش  
میں کسر نہیں جھوڑی گئی میکن کامیابی نہیں ہوئی اب اس کے  
سو اچارہ نہیں کہ میکوئی ساخت اخلاقی سنبھل دیا جائے۔ معمولی  
ہم اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ قیام و میلاد جیسے مسائل میں مولانا  
مودودی کے انکار و عقائد کسی دوست اور دمکن سے پورا  
نہیں۔ وہ متعدد بار اپنے موقف و مسلک کا انہا بھی کر رکھے  
ہیں اور کسی بھی ایسے شخص سے جو جماعت اسلامی کا رین یا ہمدرد  
ہوئی قوع نہیں کی جاسکتی کہ وہ مولانا موصوف کے خیالات سے  
نادا قافت ہو گا۔

اس اقتباس کا ماحصل یہی تھا کہ میلادی قیام کیلئے گتاب  
سنت یا صحابۃ و ائمہ کے ارشادات میں تو گبا نہیں اور ملتی  
عقل عما کہ اغفار سے بھی یہ دور از کار اور بے معنی ہے۔  
سوائے اس کے کہ آدمی غفلی بن کاشکار ہو جائے کوئی نہیں  
عقلی نقلي قیام کے لئے موجود نہیں ہے۔

# بُنْقَالِ الفَرْقَانِ

ابوالاعلیٰ مودودی



مکتبہ تحقیقی دیوبن روپی

# سُورَةُ الْأَنْوَافِ

اسلامی اخلاق کی نیادی تعلیمات پر مشتمل سورۃ نور کی ایک  
عظیم تحقیقاتی تفسیر

**تحقیق مزیدہ** کے خلاف معاویۃ و نور مزیدہ کے سلسلہ میں تابعیت کی مزید چنان ہیں۔ شیعی پروپگنڈا ٹاؤن کا ایطال - صحابیت کی عظمت کا تحفظ اور نہیں دلائی ہے اور اقدامی کتاب آپ کوئی حیرت انکا معلومات دے گی۔ میسوس طا اور دلچسپ۔  
مجلہ آٹھ بردار پر (خلافت معاویۃ و نور مزیدہ چھڑو پے)

حافظ ابو محمد امام الدین کی فیضہ صنیفہ  
ان کے مطابق روح ایمان تازہ ہوتی ہے

پسچے رسول م کی سیاحتیں	.....	ڈیٹھروپیہ
حضرت خدیجہؓ	.....	ایک روپیہ
حضرت فاطمہ زہراؓ	.....	بارہ آنسے
خاصاً میں خدا کی شمار	.....	بارہ آنسے
شمار کے فضائل	.....	پندرہ آنسے
خاصاً میں خدا کا خوفناک خرت	.....	ایک روپیہ
آن چھٹے کتابیوں کی لیجاتی قیمت	.....	سارٹھے پانچ روپیہ

## مناسک حج

حج پر متعلق امام ابن تیمیہ کے تحقیقات افاضات۔  
مجلہ تین روپیہ

## مولانا ابوالکلام آنوار دی چند کتابیں

- قرآن کا قانون عدوخ و زوال۔ دھانی روپیہ ● اسلامی چھوڑیہ
- ڈیٹھروپیہ ● مسئلہ خلافت۔ پانچ روپیہ ● آزادی کماں فی خود آناری
- زبانی۔ سات روپیہ ● مقالات آزاد۔ دو روپیہ ● نگارشات
- آزاد۔ چھ روپیہ ● عدین۔ ڈیٹھروپیہ ● مذاہبین المسلاع۔
- ساٹھیتین روپیہ ● امر بالمعروف۔ ڈیٹھروپیہ ● شہید عظم۔
- ڈیٹھروپیہ ● صد ائمہ رفتہ۔ ساٹھیتین روپیہ ● ایامت
- موت کے دروازہ پر۔ ساٹھیتین روپیہ ● غبار خاطر۔ چھ روپیہ
- احباب کہفت۔ سوادر روپیہ ● دلادیت بھوی مکمل۔ دو روپیہ
- اُمُّ الکتاب۔ پونے پانچ روپیہ ● مذاہب آزاد۔ دو روپیہ
- حضرت یوسف۔ دو روپیہ

## نشر الطیب

جنہوں کی سیرت پر مولانا المشرف علیؒ کی مشہور کتاب۔  
قیمت تین روپیہ (مجلہ چار روپیہ)

آن چھٹا دنیا کی شہر ترین عربی ڈکشنری اردو بیاس میں۔ بے شمار تصاویر، ڈیٹھہ بزار مکتبہ تحقیقی دیوبن روپیہ۔

## بُرہان کا تیسرا ادارہ سے رجولی ۲۷

امتنے ہوئے بھی یہ اعلان کرتا رہا ہے کہ وہ خدا اور رسول کو محبتِ اسلام  
کرتا ہے । بالطبع۔

فاضل مدیر بربان اس بات پر بہت نور دیتے ہیں کہ اسلامی حکومت  
کی کوئی معین مکمل نہیں ہے۔ ہم گذشتہ جائز ہے ہیں ان کے اس برشاد  
کو صحنِ توحید کیمیکر قابلِ تسلیم گردانا تھا اور عرض کیا تھا کہ شیخِ اسلامی  
حکومت فضائی اور دری طرز و اندان کے انتباہ سے مختلف ٹکڑوں کی چورکتی  
ہے۔ لیکن ان کے تام فرمودا تھے، پر خور کرنے کے بعد انہوں نے اس  
معاملہ میں بھی ان کے ادراہ میں خالی ہیں بہت بڑا فرق ہے جو اسلامی  
حکومت کی ظاہری نکلنے والی صورت کی ریکارڈی کو تسلیم کرتے ہیں وہ اس  
ہی ہے جیسے ایک نہاد سونے کو پچھلا کر متعدد ڈگرانوں کے زیر بنالہے  
گوشوارے، چوریاں، باندیں، اور اور جھوڑ وغیرہ ظاہر ہے کہ صورت  
کے انتباہ سے یہ سب ایکہ مسرے سے مختلف ہوتے ہیں اور ان کا امام  
بھی ایک نہیں ہوتا۔ پھر کیا یہ ایسی جگہِ تسلیم ہے کہ ان سب پر  
سوئے کا اطلاق ہوتا ہے اور جزا اتر کیسی کے خاطر سے ان میں کوئی  
تفاوت نہیں۔ فیک اسی طرح اگر اسلامی حکومت کے بیانات اجزاء و معاشر  
کو باقی رکھتے ہوتے حکومت کا لا حصایا بنا یا جائے تو اسے اسلامی تسلیم  
کرنے میں کوئی اختلاف نہ گا چنانچہ اصطلاحی طور پر وہ وفاqi ہمارے یا  
صداری یا کچھ اور۔

لیکن مدیر بربان جس ریکارڈی اور توسعہ پر زور دے رہے ہیں  
وہ اس سے بالکل مختلف ہے۔ وہ تو یہ باہر کم اتنا چالہتے ہیں کہ سوئے  
کے زیر بنانے والے شمار اگر بیش اور تباہی پھلا کر کیں تو یورپن اسادیں  
تو ان زیریروں ہیں اور مسٹر کے زیریروں میں کوئی تباہ نہ ہوگا۔

ہم بتا کیے ہیں کہ مدیر بربان کا تیسرا ادارہ نیستا طویل سے طویل  
ہے اسکی عیوب بہت بڑی کم مطالب جاندہ ہے یعنی یہ کم تجاہی  
اوہ کوڑا۔ قی کا اعتراف کریں گے کہ ہیں اس طویل میں نکرو بصیرت کا  
سرایا بہت کم اور غیر ضروری ہے جان اور مفاظت اگرچہ قصیر است اما بار  
زیاد افطر آتا ہے۔ مولانا کے مقام پر اس کا نقاشنا فتویہ تھا کہ اگر مومن اسلامی حکومت  
کے اسلامی حکومت کے تصویر کا رہ اور بر عالم خوبی صحیح ترین تصویر کا اثبات  
کسی وجہ سے ضروری ہو گیا تھا اور پہلے سند سے ہوا اما کو دری کلکر قصیر  
مسلم و خداوت کے مانع ہیں کہتے ہیں کہ جہاں کی خاصیں پر ایکلی رکھتے  
چھر پہنچے یہ عیوب تصویر کی تصریح فرماتے اور یہ سب کچھ قرآن و سنت اور  
اممہ و فقیہوں کے ارشادی روشنی میں ہوتا ہے لیکن مدیر بربان کے موجودہ قلم  
پارے تو یہی تاثر دیتے ہیں کہ قرآن کے ابدی اصولِ حدیث کی وجہ  
ہدایات، صواب و ائمہ کے حکم فرمودا تھا اور اسلام کے انفرادی خدوغفال  
لکھی تو جسکے محتوى ہیں۔ توجیہ کی حقیقی اگر کوئی چیز ہے تو صرف یہ کہ  
اسلام کو اپنے اساسی تصویرات اور یہی انتباہات سے مستبرہ اور یہ کہ  
ہر اس مانع ہیں ڈھل جانا چاہتے ہو جاتی اور اسی انتباہ سے مفید  
معلوم ہو۔ اس خواہیں اور فیصلے کے لئے مجہ قرآن و سنت اور علمائے  
سلف سے کوئی استشہاد نہیں گرتے۔ البته ان کا سب سے بڑا سہارہ  
جس سے ہم یہی کو درپورٹ ہے۔ وہ پورٹ جس کی حقیقت ہم سان  
کر رکھتے ہیں۔ اس پورٹ کے علاوہ اگر انہیں پچھلے ہے تو وہ میں ہے ذا اکثر  
امالِ احکام جلال اور رضا کشا حمید اللہ کے چند فرمودا تھا اسلامی جس کا  
سہارہ الیکراخنوں نے اس نادر دعوے کا اثبات کرنا چاہا ہے کہ اسلامی  
نظام میکو ریجی ہو سکلتے ہے اور اس میں کوئی تباہ نہیں ہے کہ آدمی کثرت  
کے فیصلوں کو عرف آخر اور انسان ہی کو خالون سازی کا مکمل خدار

سما کچھ بھی نہیں۔ وہ مٹا جسے طرز و طبع کا ہدف بنانا مفترضی  
کا تجویز ہے۔

یہ بھی بعض بیگانی نہیں۔ اس کے لئے کھل شوایہ ان کی  
تحریک پائی جاتے ہیں۔ مثلاً اسلام اور سیکھ ازم کے لئے  
کی نظر کریم کے لئے وہ استدلال کرتے ہیں کہ:-

”یہ نظام اسلامی نظام چونکہ ترقی پڑا ہے“

اس لئے وہ حقائق سے بھی چشم پوشی نہیں کرتا۔

ہر چشم اور علم اور علم اور علم کی صطلاح ہیں ہے، بلکہ  
یہ صطلاح ان مغرب زادوں کی گھری ہوئی ہے جو خلیجیوں

الفاظ اور اصطلاحوں کے ذریعہ مادی نہیں۔ یہ دنمان کے نام  
ناپاک نژادیات کو علمائوں کے لئے سماج تراویدی نہیں ہے۔

خدا ہزار لذتیات کا پرچار کرنے والے ادمیوں کو ان کے عقائد  
نے ”ترقی پسندی“ کا نام دیا تاکہ ان کی بے ما دری گھوٹیں  
وازانکل آئے۔ اسی طرح عربی، فحاشی، بدقدادی، بعنی و رک

نشیں زوجی اور تمام مقبول و مردی خواتمات کو سماج کرنے کے لئے  
شامل دن بھریے اسلام کو ”ترقی پسند“ کے خطاب سے وازا اور

اس کے پچھے صرف یہ عباری کا رخراخی کی جہڑہ خقیدہ و مل جسے  
مغرب کی مقدور نہیں ہے ترقی کی علمیں سپھر قرار دیا ہے اسے

اسلام بھی ”ترقی“ ہی لئے کیوں کردا ہے ”ترقی پسند“ ہے!

یہ فائدہ اس اصطلاح سے دیر بہان اٹھا رہے ہیں۔ وہ  
بالکل بھول گئے کہ ترقی پسندی کی ذمہ داری صطلاح کا اسلام یہ کوئی  
تعلیم نہیں۔

اسی طرح ایک اور صطلاح انھیں استعمال کی ہے۔  
ترستے ہیں:-

”مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کا اسلامی حکومت کا  
تصویروں قدر جمعت پسندانہ ہے؟ یہ کوئی پشیدہ  
حقیقت نہیں ہے۔“

”رجعت پسندی“ کی اصطلاح بھی ہر بخبر رہتا ہے  
کہ اسلامی علوم فنون کی اصطلاح ہیں، ملکیہ تو سماجی  
کی ایک کالی سے جو سیاسی وہنہا پسے حریف کو دیتے ہیں۔ اصطلاح

یہ بھگانی یا الرام تراشی نہیں ہے۔ دیر بہان اسلام انہوں کے طبق  
کے ظاہری خدوخال اور چند مشترک و مشابہ اجزاء کا تذکرہ کئے ہے  
جاتے ہیں، لیکن اسی ہماری تضاد کو تلاذ کرنے سمجھتے ہیں اسلام کو  
دوسرو ہزار سے جو اگر تاہے۔ لیغی آئینی و دستوری کامیاب ماذہ اور  
 مصدر رذہنی، رہائی ہی بابت۔ چونکہ زیوروں کا طبق کیسا فی اور منصی  
مشارکت پر نوزور دیا جاتے بلکہ نہ دیکھا جائے کہ ان کے بنائیں ہوں  
ہستھپاں کیا کیا رہے یا کامیابی۔ انہیں تسلیم فالبیسی، یارانگ، دوسرو  
لطفوں میں دیکھیں اور طلبائی زیورات میں بیانداری فرشی سیم کرنے پر  
آمادہ نہیں ہیں۔

## منیر پورٹ کی مرحسرائی اور اس کی نفیتی پیغام

یہ تو تھا ایک پہلی دہمہ اسلامی ہے کہ منیر پورٹ کی حصہ مرح  
سرائی کا آغاز وہ دوسرو اداری ہے میں کی چکھے وہ تیسرو اداری ہے  
میں پورے شباب پر ہے۔ اخنوں نہ صرف حسین اور چھوٹے چھوٹے  
اثیساں ہی پریس نہیں کی بلکہ آخریں نو پورے ڈھالی صفائی  
کا اقیانس دے ڈال دے۔ اس اقیانس کی کیا قدر قیمت ہے اس کا  
جاگہ تو تم بعد میں یہیں ٹھکرپہلے ہیں اپنی درجہ و حیرت کرنا ہے کہ دیر  
بہان ایک ہم عالم ہونے کے باوجود یہ حس نہ کر سکے کہ منیر پورٹ  
جسے اخذ سے مولانا مودودی اور دیگر علماء کا خطبہ کرنے کے لئے جائے  
لیا تھا جو فلیں ہیں۔ ہائے خالی سی لوگوں کی بستی ہے جسے

کوئی نصرانی یا یہودی اسلام پر اعتراض کرے کہ اس کا قانون حکم طبلہ ہے  
مبنی ہے اور جب اس سے پوچھا جائے کہ جماں اسلام نے طبلہ کہاں  
دیا تو وہ الجمل بیویت اٹھا کر دھکائے لگے کہ دیکھئے اسیں یہ درج  
انجیل و توریت و پیغمبر سماں کی تیسیں ہیں جن کا کوئی نہ کوئی

حصہ تحریف سے نجی ہی رہا ہے اس کا گھر محس سمجھنے کی پورٹ کا ایک  
شوہ شجیع آسان نہیں۔ اس کے باوجود اسے صحیح معرفہ محسنا اس پر  
وحدت کرنا۔ اس کے ذریعہ مولانا مودودی اور اسلام پسند علماء کو تحریک  
بنانا اس کے سوا کی امتحنہ رکھنا ہے کہ یہ اداری لکھت و قلت دیر بہان  
ذہنی طور پر ایسے معروف مقام و مصبے ہے ہر کوئی حضرات کی  
صفت میں پیچ کئے ہیں جس کے نزدیک مغربی طرز فکری سب کچھ ہے  
اور قرآن و حدیث کا ورد کرنے والے اسلام و اخلاق ”اللّٰہ“ کے

## مکرور ماحصل غلط الاستدلال

یہ تو تھی اس پر جنگلی نشاندہ جی جس سے مدیر برہان کا مہم خودہ زندگی پر خصیق ہوتا ہے۔ اب زر اس عدل و دینات کی را دیکھ کر مولانا مودودی کے تصور حکومت پر پیچے یہ پیچے جعل کرنے کے بارے جو مدیر برہان پر بالکل پہن مانتے گوہ تصور آرہے ہیں مولانا مودودی کے ان کا میں دین و داشت کے اعتبار سے کہاں کہاں نہایت ہے؟ افغانستان کیا ہے؟ مقدوس بیرونی تپنڈی دھکھائی ہے؟ — گل کائنات الگ ہے تو پس پر جعیف مقدوس بیرونی پورٹ سے ایک دو فقرے طبق کردیجئے ہیں؟ اس جعیف من مولانا مودودی کی طرف سوری ہیں اور انھی سے یہکہ من مان لہو را فد کی تقلیل و تفیق کے تکش غالی کئے گئے ہیں۔

ہم اصول اعتماد سے اس بات کو نہایت بیرونی مدد دار نہ اور شرائیز سمجھتے ہیں کہ مولانا مودودی کی صد اگذیں اور مصائب میں ان کے جملہ تصورات کی وضاحت کرنے کے لئے ہرگز موجود ہیں اس کے کوئی تصور اور موقف کو اس پورٹ سے اخذ کیا جائے جس کے مزربن بی لوں کی صداقت دریافت ہے اعتماد کرنے کے لئے اسلامی تقدیم اور تبریز موجود ہیں۔ اس کے برعکس اس بات کا ذکر ہے موجود ہے کام پورٹ کی ترتیب میں ایک خاص زاویہ نظر سے واقع ہے جو قائم اسلام افغانی سیاست اور مسلم کاری سے کام لے لیا ہے۔ مدیر برہان جانتے ہیں کہ اسلام کی طرف اور قدر و قال چودہ موسالیں پہلے نازل ہوئی تھی اُس "سدت" کی طرف رجعت کرنے والی طرف کا لئنی پڑے جو صدیاں ہوئیں پہلے فاک ہر پہلے۔ مولانا مودودی کا تصور حکومت بے شک رجعت پسند انسان ہے کیونکہ تمام خطوط اور قدر و قال چودہ موسالیں پہلے دن سے ہے ہوئے ہیں اور مولانا مودودی یقیناً بہت بڑے دفیلؤں ہیں کفر و العدا و رسیکوں ازام کی موجودہ دنیا میں وہ صدیوں پر اسے قرآن اور صدیوں پر اسی منتہی رسول کو رہنا اور رسیار و مستدل بناتے ہیں۔

مدیر برہان لکھتے ہیں:-

آپ کو یہ شکریت ہو گی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

مجھی اٹھی کاریگروں کی ایجاد کردہ ہے جو دین و اخلاق کا تیا پا چاکر کے ماہی نکرو تہذیب کی آمریت قائم کرنے کے درپے ہیں۔ اصلیٰ یہ شاید رو سک آئی ہے۔ کیونکہ حاکم کا حام و طیرو ہے کہ وہ ماں کے مقصد افاد ہے بھی شاہزادم بنا چاہیں اسے الجی ہی اصطلاحوں کے بڑوں سے چھلکنے کرتے ہیں۔ رجعت پسند افراحتی کیش، سامر ارجی ایجنٹا بورڈ وغیرہ لک۔ ہر یہ شخص ان اصطلاحوں کی نہیں آتا ہے جو دین و اخلاق اور عدل و دینات کی بات تھی پر لائے۔ اسی امور سے کی تھیں تھیں جیسیں نے دینی رہنماؤں کے ساتھ رجعت پسند اور ملک مصیب اصطلاح کا سماں ہیں۔ کبھی غریبی تھیت کے لئے ان اصطلاحوں میں سے کسی اصطلاح کا سماں تھیں کہ مکتاب ہے جو ڈیلیسی اور تعمیر بازی کا کھلیل حکمتا چاہتا ہے۔

اگر مدیر برہان کو نیساں سی ایڈریا یا شاہزادہ مغرب کے دلادہ ہوتے تو ہمارے لئے "رجعت پسندی" کے معنی کا مفہوم بھی اتنا تکلیف نہیں تھا۔ جس صورت میں کہ وہ ایک عالم دین کی طبقے لفڑاگ فرمائے ہیں ہمارے لئے سو طہیں پر تیرت نہیں ہوتا قدری بات ہے۔ آخر کوئی نہیں جانتا کہ اسلام تو شام تر رجعت ہی رجعت ہے۔ مسلمان اسی کو کہیں گے جو کسی بھی سلسلہ کافی صادر کرنے کے لئے اس کتاب کی طرف رجعت کرے جو پہنچے جو دہ موسال پہلے نازل ہوئی تھی اُس "سدت" کی طرف رجعت کرے جس کا لئنی پڑے جو دہ موسال پہلے کیسے تھا اور ان تمام فقہ کی طرف رجعت کرے جو صدیاں ہوئیں پہلے فاک ہر پہلے۔ مولانا مودودی کا تصور حکومت بے شک رجعت پسند انسان ہے کیونکہ تمام خطوط اور قدر و قال چودہ موسالیں پہلے دن سے ہے ہوئے ہیں اور مولانا مودودی یقیناً بہت بڑے دفیلؤں ہیں کفر و العدا و رسیکوں ازام کی موجودہ دنیا میں وہ صدیوں پر اسے قرآن اور صدیوں پر اسی منتہی رسول کو رہنا اور رسیار و مستدل بناتے ہیں۔

ماں یہ کہ نہیں ملیم کی اصطلاح میں تو رجعت پسندی کوئی برہانی نہیں بلکہ دین میں ہے۔ بکر ہلالی ہے۔ البته نہ ہبہ شش سات اور رو ہائیٹ کش ماڈیت کی نیاب میں یہ بیٹھ عربی "الزم" بت لیکن گفتگو جب ایک عالم دین کر رہا ہو تو ترقی پسندی اور رجعت پسندی سے الفاظ اسی سی مخنوں میں استعمال کرنا ایسا ہی ہو گا جیسے مجری جس اور رجعت پسندی کی طرف پر اسی ملک کا ایڈریا ہے۔

ہم پوزشن میں آجاتے ہیں پوزشن میں علماء کو ڈالا گیا تھا تو ہم دو گوئے کہہ سکتے ہیں کہ اس کے افراد اپنے تمام ادعاٹے علم و فضل کے باوجود یہ تک نہ تباہ کیں گے کہ ان کی ناک منصہ پر کیوں ہے گذاری کے لیے ہوتی تو کیا حریج تھا۔

جس چیز کو مدیر برہان نے منیر پورٹ کی شہادت پر علماء کے ذہنی انتشار اور پریشان دماغی سے نعیر کیا ہے وہ حقیقت ہے کہ پورٹ کے حوالہ مذاق صد اور علماء دشمن قصد و نیت کا خیال ہے۔ ورنہ کیا دہی دل لفظ جو مدیر برہان کے ارشاد کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے تکلیم کرنا میں کوئی حکمت کیا جائے ہے۔ میر جو جو ہمیں ہے اور کیا نامور علماء اسلام کو ان کا علم نہیں ہے، اگر ان دل لفظوں سے معاذ اور فکار مسائل کے آئے ہیں کام جل مکان تو کیا دخواج تھا کہ علماء انھی کو ہزار دیتے ہیں کہ مدیر برہان کو معلوم ہونا چاہیے کہ دل لفظ تو کیا جیسی نیزی ہے لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے لفظوں پر بھی مہمن نہیں کر سکتے۔

جس طبق ہم ہوتے واسی نہیں ہیں، ان کا تو ہو قفت یہ ہے کہ حدیث کا زامن گزدگیا۔ اب تو قرآن ہی سب پھر ہے اور قرآن عربی والا قرآن نہیں بلکہ وہ انگریزی یا اردو و قرآن جسے کسی شہنشہر یا کسی اپنے میری مفسر نے تفسیر کی ہے میں کیا ہے۔ محترم مدیر برہان کو یقیناً معلوم ہو گا کہ مدیریت رسول کو بنے قیمت قرار دینے کی جو تحریک قرآن کی آٹھ کر چالی ہماری ہے اس کے دو ہی تو خاص خاص ہیں۔ ایک خوبصورت صنعتیں دوسرے علماء کی تفہیم و تحریر۔ علماء سے تفسیر قرآن کا حق چھین کر اپنی من مانی تفسیر و تفسیر کو صحن قرآن قرار دینے کی ظاہر ہدف ستم علماء کو بنایا گیا ہے تاکہ ان کی ہوا احکم رہنے اور اسلام کا خالص عربی ایشیان تیار کرنے میں کوئی طاقت عالی نہ رہے۔

اممیں منیر پورٹ کو ایک مستند ماذکی جیشیت سے پیش کرنا ہی ہماری نظر سے مندرجہ قطعی ہے اسی لئے ہم نے تکمیل معموت میں اس پہلو کو کوئی اہمیت نہیں دی کہ منیر پورٹ کے انتکافات بجا سے خود کس حد تک اُن ضفرات کے حامل ہیں جیسیں مدیر برہان نے اپنے ریاضا کی میں کیا ہے۔

لیکن اب ہم پر یہ رخدہ اکشان بھی ہوا ہے کہ منیر پورٹ سے آقلاً اس نیتنے میں بھی مدیر برہان نے نقل و اقتباس کے اور اپنے معیار کو لمحہ نہیں رکھا ہے۔ اس اکشاف کا ذریعہ

مسلم سے جب کسی پوچھا گیا "اسلام کیا ہے؟" تو آئیے جو شہزادہ دل لفظوں میں جواب ارشاد فراہم کرنا میں کوئی مطمئن کروالیں یہاں ہالم یہ ہے کہ علماء اعلماً جمع ہیں زمانے ملت میں ہو ہو دیں اور پھر کوئی ڈھنگ کا بالکل علمی اور مکمل جواب نہیں دیتا۔" (ص ۵۶)

اگر کہاں تک بہت یہ تاکم کریں کہ منیر پورٹ کے رعایت کو محروم نہ کر سیخ معمولی طور پر قبول کر لیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل لفظوں سے تو سائل اسئلہ مطمئن ہو جاتے تھے کہ وہ داعنہ تحقیق حق کی نیت لیکر حاضر تھے اور متولی کو زوج کرنے کے قصد کی بجائے وہ دماغ کے سوراخ کے سوراخوں کو قبول فتن کرنے کے تھے وہ کہتے تھے۔ لیکن تاریخ گواہ ہے کہ جن لوگوں نے مانع کے سوراخ بند ہی رکھے، نیت صاف نہیں کی اور حضور مسیح باتوں کو جذبہ انسقیا دے ہیں مگر اسی مدت لفظ تو کیا حضور مسیح تمام اعلیٰ ایات بھی مطمئن نہیں کر سکیں اور وہ کفر ہے یہی تابت قدم ہے۔

جس شیخ کے تحقیقاتی کو روشنی نے علماء سے اسلامی اسٹیڈیوں مسلمان کی تعریف اُس جذبے سے نہیں پوچھی تھی جس جذبے کی موجودی میں کوئی سائل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل لفظوں سے مطمئن ہو جائی سوتا تھا۔ اس کے عوض کو ربط کا تمسیح دھا اسی پر بھیر کر کے علماء کو زوج کرنا، ان کا خاکہ اڑانا، ان کی عمریک اقتامت دین کو انجوہ کر کہ تابت کرنا۔ اسی قصد کے تحت اگر مدیر برہان اور ان سے بھی طرد کرنا پڑے صدرات کو گھر گھار کے کوئی کو ربط صرف یہ سوال کر سکتے کہ اس انسان کس کہتے ہیں اور اسوان اور اسوان میں کیا فرق ہے۔ تو ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ ان کے جوابات کو بھی ایسا ہی مضمون خدا اور ضبط پر زیگجا جائے گا میسا اعلیٰ اسلام کے جوابات کو کیا گیا ہے۔ اسلامی اسٹیڈیوں اور اسلام تو طریقے سائیں ہیں۔ ایک حریفانہ اذان اذان لفڑی کے ناوی خود پسند کو رٹ کیا رکاو اقتدار میں تو طریقے سے بڑا اس طور پر بھی شیک تابت کر سکتا ہے اسی میں کیا فرق ہے پیارا اور سوچا ہے اسی میں کیا فرق ہے جس سے یہ طریقے کر رکھا ہو کہ ہر قیمت پر متولی کا ضمکنہ اڑا رہا ہے۔ اسے ذمیل کرے گا۔ اسے بے عقل کم سواد اور ادانتی تابت کر کے رہیں گا۔ یہ خود متناقی گرے والا کو رٹ اگر تقدیر یہ کے باقیوں کو بھی علماء کی سامنے

جانب و حیدر الدین خاں صاحب کادہ مضمون ہے جو ہم مصروف نہ  
دری برہان کے اداروں پر تصریح کرتے ہوئے تازہ "زنگی" میں  
پڑھ لیا ہے میر پورٹ ان کے ساتھ ہے۔ وہ بتاتے ہیں  
کہ اول قومولانا مودودی کا ایک فقرہ مدیر برہان نے تمثیل کیا ہے  
جو مولانا مودودی کے مقولہ ارشاد کا صحیح مشارعین کرتا ہے۔

وہ مسرے یہی قول انہوں نے عظام اللہ شاہ بخاری کی طرف  
مشروب کر دیا ہے حالانکہ رپورٹ میں تصریح موجود ہے کہ شاہ صفت  
محضوت کا جواب کچھ اور تھا۔ میرے انہوں نے مولانا مودودی  
وغیرہ کے احوال کو ایک ایسا مسئلہ سے مغلک کر دیا ہے جس کے ان کا  
تعلق ہیں تھا "بلکہ وہاں تو گفتگو ہی کسی اور نکتے پر مخفی۔"

اظہر تجھی تک پوری بات پہنچانے کے لئے تم وحید الدین  
خالقہا اور کے مضمون کا یہ حصہ نکلیے کے ساتھ نقل کرنے ہیں۔ مدیر  
برہان نے میر پورٹ سے جو انتباہ لیا ہے اسے نقل کرنے کے  
بعد وحید الدین صاحب رقمطرار ہیں:-

"اس انتباہ میں پہلی غلطی یہ ہے کہ مولانا ابوالاصل مودودی  
کا جواب قابلِ کیا گیا ہے وہ مکمل نکل میں نہیں ہے۔ محل رپورٹ  
میں جو لہ بالا جواب کے ساتھ آخیں ہے نفرہ بھی موجود ہے۔"

"حقیقت ہندستان میں اس وقت اسی قسم  
کی ایک ریاست نامم ہے"

رپورٹ آت دی کورٹ آن انکو امری معروف  
"میر پورٹ" (لاہور ۱۹۶۷ء ص ۲۲۵)

یہ جملہ شامل کرنے کے بعد پورا جواب اپنے مفہوم کے  
اعتبار سے یہ بتائے کہ عدالت نے اپنے سوال میں اسلامی  
حکومت کے قیام کی صورت میں جس اندیشہ کا اظہار کیا ہے وہ  
تو بالفعل موجود ہے۔ پھر اس کی وجہ ہے کہ ہم اپنے ملک میں  
اسلامی حکومت قائم نہ کریں جس کے لئے بھیت سلطان یہم خدا  
کی طرز سے مکلفت ہیں اور جس کے لئے درہاں پاکستان حاصل کیا  
جیا تھا۔ مگر جواب کی یہ صورت چونکہ مضمون تکار کے اعتراض کو  
گزور کر دی ہی تھی اس لئے انہوں نے آخری جملہ کو حذف کر دیا۔  
وہ مسری غلطی یہ ہوتی ہے کہ صاحب مضمون نے یہی جواب

دوسرے تمام ملکوں کی طرف بھی مسوب کر دیا ہے، حالانکہ مطبوعد  
رپورٹ میں اس سوال کے سلسلے میں جو جوابات کا ذکر ہے انہیں  
کشم سے کم ایک جواب تھیں طور پر اس سے مختلف ہے۔ رپورٹ  
کہتی ہے کہ امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری سے  
عدالت نے بوجھا۔ "ہندوستان میں کتنے کروڑ مسلمان  
بنتے ہیں؟" انہوں نے جواب دیا "چار کروڑ" اس کے بعد  
عدالت نے دوسرا سوال کیا۔ "کیا آپ کو کوئی اعتراض ہوگا  
اگر ہندوستان کے ان مسلمانوں پر) مٹو کا قانون نافذ ہو جس  
کے تحت وہ شہری حقوق سے خودم ہو جائیں اور ان کے  
سامنے بھیوں اور شورروں کا سامنہ تو کیا جائے؟" مولانا بخاری جواب دیا۔

## AM IN PAKISTAN AND I CANNOT ADVISE THEM (P 225)

یعنی میں پاکستانی ہوں اور میں ہندوستانیوں کو کوئی مشورہ  
نہیں دے سکتا۔ جواب کے لفاظ اس سے تردید کیا جائیا ہے موزوں  
اویہ مناسب ہیں۔ اس جھوٹ سے نظرے میں بیک دیا ہیں کہہ دی  
گئی ہیں۔ پہلی بات یہ کہ عدالت کا یہ سوال ہی غلط ہے۔ کونکہ ہندوستان  
لیکے آزاد اور خود محترم اسلامیہ پہنچ دیئے کے تعین میں ہے اور  
اجانت اور ہمارے شوروں کا محکم نہیں۔ دوسرے یہ کہ جس حق سے  
سوال کیا جا رہا ہے اس کے سلسلے میں اصل مسئلہ یہ نہیں ہے کہ ہندوستان  
میں کیا ہو رہا ہے بلکہ ابھی طور پر اس کو صرف یہ دیکھنا ہے کہ وہ خود  
جن حالات میں ہے ان حالات کے اعتبار سے اس پر قداکی طرف سے  
کیا فریضہ ہائے ہو رہا ہے۔

یہ بات نفل و اقتباہ کے پہلو سے ہے ورنہ اصولی جھیٹی سے  
دیکھ تو زیریجت صورت حال میں مسئلہ اصل یہ تھا کی انہیں اسلام  
محل قوانین ہے واسطے اسلام ان ملکوں کے مسلمانوں کو کس مالیں دیکھنا  
چاہتے ہیں جہاں وہ انتیت ہیں۔ اگر سوال یہ ہو تو ہر شخص دی جواب  
میں کاموں میں بگار کے نزدیک اس کا ہتر سے ہتر سے جواب ہو اس  
کے لیے مکس پہاں سوال در اصل ہے کہ اسلامی حکومت کے نام سے غیر  
مسلموں یہ وہ غلط فرمی بھی لی ہوئی ہے اس کی بناء پر اگر اندیشہ ہو کسی  
مسلم اکثریت کے ملک میں اسلامی حکومت کے اعلان کا ابتدائی رد  
حمل یہ ہو گا کہ غیر مسلم اکثریت کے ملک میں بنتے والی اسلامی اقلیت کو بجا

فرفکھیت ہے۔ اس میں خارج کے ایک عدد فرقہ "نوبات شے" کے سوا کسی بھی اختلاف نہیں۔ فرقہ الگر ہے تو صرف یہ کہ اپنی سنت بالجاء اس کو مسمیاً یعنی شرعی حکم کے طور پر واحد مانتے ہیں اور جن فرقہ شاً زیدیر اور عزرا کا قول یہ ہے کہ "این روزے عقل و احیہ"۔  
(زندگی اگست ملائش)

### خرد کا نام جنوں

گذشتہ "آغازِ حن" میں تجھی کے صفحہ پر یہ نظرِ حمید اللہ کے اُس ارشاد پر بھجوں کی تھا یہ کہ در بر ہان نے ایک حقیقت انہیں کے طور پر بیش کرنے کے ثابت کرنا چاہا تھا کہ خود اللہ کے رسول نے بھی ایک "قومی" اور "سیکولر" امیثیت بنانے کا ارتکاب کیا تھا۔ ایسی طبق فاقص اسلامی حکومت کی نیکی میں اس وقت بدی جب معاملہ کفار نے ہر ٹکنی کی اور جنیور ٹکنی کی "قومی" حکومت نہیں بھی تو اُو اسلامی ہری حکومت بنالو!

ہم بھی تھے کہ "الظرفِ حمید اللہ کی تحقیق کوئی حدید کارنا رہے جس کا نتیجہ تاریخ و سیرہ کی کتابیں ہیں نہیں بلکہ ایک دنیا کی خالص احمدیت کے نقش سے نکشف ہوا کہ اس تحقیق کا تعلق تیردا صل اُس تاریخی تحقیق اور نوشتہ سے ہے جو اسلامی ناسخ اور سیرت کی اکثر کتابوں میں کلائی جاوہ اٹھ جو ہے۔ یہ پورا لغتہ جو ایک دستور یا معاہدہ کی تحقیق رکھتا ہے تو صوف نے سیرت ابن ہشام سے پورا کا پورا نقل کر دیا ہے۔

اب اس صورت حال پر ہم جیزت نہ کریں تو کیا کہیں اُس سے تاریخی دستاویز کا ایک جزو اُندر جمیں اتنا کی تحقیق کے نام سے بیش

مشکرات سے دوچار ہوتا پڑے گا تو ایسی حالت میں مسلمان ملک کو کیس کرنا چاہئے۔

اس کا جواب یقیناً ایک ہی ہو سکتا ہے اور وہ یہ کسی بھی اندھی کا یا مطلب نہیں ہو سکتا کہ اس کی وجہ سے خدا کے حکم کو چھوڑ دیا گیا ہو۔ جو اپنے الفاظ سے قطع نظر یہ ایک حقیقت ہے کہ عتوی حقیقت سے ایک مومن اس کے سو اکوئی دو سراج اب نہیں دے سکتا۔ مسلمان کی ساری مصلحت اسی میں ہے کہ وہ بے چون و چور اخدا کے حکم کو بان لے کسی بھی دوسری مصلحت کا یہ مقام نہیں ہے کہ خدا کے حکم پر اس کو ترجیح دی جائے بلکہ اس سے آگے بڑھ کر یہ کہوں گا کہ دوسری تمام حقیقی مصلحتیں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دوسری مصلحتوں کا دار اخدا کے حکم کی نیشن ہیں ہے۔ اگر مسلمان خدا کے نابدار ہیں جائیں تو ان کے اندر اور باہر کے مارسٹے اصل ہو جائیں گے اور اگر انسان ہو تو ان کا یہ مسئلہ بھی مل نہیں ہو سکتا۔ خواہ ٹھیم پر مصلحین کو کسی دوسری تحریر میں لکھنے ہی فائدہ نظر آتے ہوں۔

جسٹر نہیں اپنے سوال نامہ میں جس ملک کے بارے میں دہان کے علماء سے پوچھا تھا وہ ایک ایسا ملک ہے جو کفار کے تسلط سے آزاد ہو چکا ہے اور ہاں فیصلہ کا اختیار کلئے مسلمانوں کے بارے میں ہے۔ ایک دیسے ملک کے بارے میں شرعاً فیصلہ ہے کہ دہان کے تباہ افرادی و اجتماعی معاملات تکلیف طور پر شرعاً معتبر کے قانون کے مطابق ٹھہرے چاہیں مسلمان کے لئے مسلمان رہتے ہوئے یہ کسی طرح جائز نہیں گہرہ وہ اپنی مرہنی کو خدا کی اطاعت کے جملے خدا کی یعنادت کے لئے استعمال کرے اور ایک ایسی حالت میں حیب کرہے خدا کی مناسس کے سطاق فیصلہ کر سکتا تھا وہ بالقصد اس کی نشانہ کے غلط فیصلہ کردا ہے اور ظاہر ہے کہ تمام معاملات زندگی کا متریعت کی طبقاً انجام پانی اسی وقت حکم ہے جبکہ اسلام کی بنیادوں پر حکومت کا قائم عمل میں آئے مضمون لگا کر جو دین کی تعیارات میں جیسی رعایت کا تھی جزئیہ میں ایسا دین کی تعیارات میں کیا ایسیں شرعی احکام کی تتفہیز کے لئے قصب امامت کا حکم نہیں۔ حالانکہ اس کی ایمیت کا یہ حال ہے کہ قبضہ تو در کتابِ کلام و عقائد کی بھی کوئی کتاب اس کے تذکرہ سے قابل نہیں۔ قبضہ جس کتاب کو اٹھا کر دیکھیجئے اس میں یہ لکھا ہوا لے چکا۔ اپنے اپر ایک اہم مقرر کرنا مسلمانوں کا لا زمی

سلہ مثال کے طور پر یہاں صرف داد خواہ درج کئے جاتے ہیں:-

نصب الامام عنده احباب | مسلمانوں کیلئے اپنے اپر اہم مقرر کرنا  
در شری موافق) . ہمارے نزدیک کا جو شیت۔

لا بد لله من امام اور حفظ مسلمانوں کا اپنا ایک اہم ہذا ضروری ہے۔

گوری و اوری یعنی شاید مضمون تکار کئے کافی نہ ہوں۔ سبتوں کا ارتکاب کا جو نادر طریق اخنوں نے اختیار کیا ہے اس کے مطابق اسکے مسئلکے میں کریں کہ مسلمانوں کا اہم

یہاں "اہم" سے مراد مجدد کا اہم ہے نہ کنفیم اجتماعی کا اہم ۱۲

اسلامی و مسلمین قائم کرنے کی وجہ وجہ کرنی چاہئے اور متاز عصر امور میں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سدل جا ری رکھنا چاہئے۔

بہیں تفاوت رہ اذکو حاصلت تا بہ کجا

### پلٹے پر جو میں

دریبرہان نے تقریباً ذمہ صفحہ پر مسٹر جاجہ علی جناح کی ایک تقریبیں کی ہیں جس کا لب باب یہ ہے کہ مسٹر جاجہ پاکستان کو خوش حال اور مسروBN بنانے کے لئے تمام شہریوں کے حقوق کی بیکاری پر زور دیتے تھے۔

یہ تقریب قل کرنے کے بعد دریبرہان کو احساس ہوا کہ مسٹر جاجہ نہ ہر بے علم تو تھے، اسی وجہ تاریخ ان کے ارشاد کو مذہبی بحث میں موثر مان سکیں۔ لہذا فرمایا۔

"فما ہر ہے مسٹر جاجہ نہ ہبکے عالم نہیں ہے اس بار پر ان کا کوئی قول یا ارشاد نہ ہی حکم یا فتویٰ کی سن نہیں رکھتا لیکن جانتگ اس تقریب کی اس پڑھ اور اس کے اصل مفہوم تھی کہ اعلیٰ ہے ہماری رائے میں وہ اسلام کی تعلیمات کے عین مطابق ہے۔"

دریبرہان کے یہ تقریبے ہمارے اس خالی کو اور ضبطہ بناتے ہیں کہ وہ آن ماڈہ پرستوں کی سطح سے اسلامی حکومت کے مستثنے پر نظر ڈال رہے ہیں جن کے نزد ملک خدا اور رسول ﷺ کی خشیدی، اطاعت، رضاجوی کوئی تجھی اہمیت نہیں رکھتی بلکہ اس طبق کا خوشحال اور نئے معنوں میں ترقی یافتہ ہوتا ہی سب کی یہ ہے۔ اگر یہ حقیقت نہ ہوتی تو دریبرہان ایک ایسی تقریب کا خود دیتے ہیں میں اسلام، اخلاق، خدا اور رسول ﷺ کی کارائیاں ہیں جس کی تدریکہ ملک نہیں ہاں ذکر ہے تو ان مقاصد کا جن کی کوئی خصوصیت مسلمانوں کے ساتھ نہیں اُخز گئی ہو دی، اُخراں نہیں کرتا، ایسے عوام کی غربت دور کرنے کا آرزو منہ نہیں مسٹر جاجہ ایک قومی لیڈر رہتے، ان کی بزار تعریفی ہمیشے صراحتاً سمجھوں پر، لیکن ان کے ارشاد کو

کو کسکے دریبرہان نے مسلمانوں کو موجودہ قسم کے سیکولر ازم کی تلقین کی ہے وہ دستکاری تو ان کی تلقین سے بکسر مختلف ٹھیک سلامی ہی نقطہ نظر کا انتہا و اکٹاف کرنے ہے۔ درستکار اس معابرے کا پوکر لیا ہے۔

(۱) سب سے اہم اور بنیادی تلقین اس کا یہ ہے اُس میں صفات طور پر سلطے کردیا گیا ہے کہ نظام مختلف نہ ہے اور متاز عصر مسائل میں خدا اور رسول ﷺ کو مندرجہ بحث ادا جائے گا۔ یہ اگر کسی اور نکتہ کا ذکر نہ کیا جائے تو بھی یہ ایک بھی نکتہ مدیر برہان کے اُس سیکولر ازم کی نظری کو دینے چاہیے جس میں خدا اور رسول کو کوئی پیشہ نہیں تو اُسی وجہ ہے اور اکثر کافی مصلحتی بسن کا درجہ درج رکھتا ہے۔

(۲) اس دستور میں یہ بھی سلطکر دیا گیا ہے مسلمان اپنے خاتم معاشر میں آزاد ہوں گے اور اپنے بھروسوں کو اپنے اسلامی خاتموں کے مطابق مسماں دینے کے لئے اپنی مددالیت قائم کر سکیں گے۔

(۳) مسلمانوں کے کسی دشمن کو ملک کا کوئی گروہ یا زردوہ نہیں دے سکے گا۔

(۴) مسلمانوں کے کسی دشمن کو پناہ نہیں دی جائے گی۔ یہ جندی ہمیشہ تلقین دریبرہان کے دعائی اس حد تک بخ کی کہ دیتی ہیں کہ اس طبق مسلمان کے خوبیوں کی ضرورت باقی نہیں رکھتی۔ پھر ہر بھی طمح و رہا چاہئے کہ یہ دستور کسی رسمی عکالت کا ہے جو اسلام کے انسانی دسائی اور مسلم طاقتور برداشت کر سکے۔ مثلاً طور پر خود محترم ہو چکے ہوں۔ نیز اس وقت میں اس ملک کی ثقہتی میں بھی نہیں تھے بلکہ ان کی عادی بوزیر اقیامت کی تھی۔ ایسا کام طلب یہ ہو اگر اس کی بنیاد پر کسی ایسے ملک کو تو مشورہ دینیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہو اور وہ دستور سازی کے عامل میں پوری طرح آزاد خود مختار ہو۔ ہاں اس کی بنیاد پر دریبرہان ہندوستان یا کسی ایسے ملک کے مسلمانوں کو شرور خود رہ سکتے تھے جہاں مسلمان اقیمت میں ہوں۔ دوسرے لفظوں میں یوں لکھے کہ داکٹر حمید اللہ کی تحقیق کے نام سے جس تاریخی معاہدے کو دریبرہان نے قوی اور سیکولر حکومت کی تھیں وہ تکمیل کا برہان بنانا چاہا ہے وہ تو درہاں ان کے دعائی اس حد تک ضرور ہے کہ مسلم اکثریت کے مالک کا تو ذکر ہی کیا جہاں مسلمان اقیمت میں ہوں وہ بھی وہ اپنی پیشی دیتا ہے کہ مسلم معاشرے میں اسلامی قانون کو صحیح طور پر نافذ کرنے کیلئے

وچی دائرے سے نکال کر اسلامی حکومت کی بحث میں لانا خالط بحث کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اگرچہ علی جناح بھی یہی چاہتے تھے کہ خدا اور رسول میں کو رضا جوئی کے مقصود کو کا العدم فراز دے کر جعل مقصود دہی بنا لیا جائے جو دوسری مسلم وغیر مسلم حکومتیں رکھتی ہیں یعنی ماں ترقی اور اس مقصد کی تجویز اسی سیکولر انداز میں کی جائے جیکی رو سے قانون بنا کا دو خبر و شرک دائرے میں گردانہ ترقی کا حق ہوا کرتا ہے تو محمد علی جناح کے اس چاہئے سے قرآن و سنت کے حکم اصولوں کا استزادہ نہیں ہو سکتا۔

## جز و کوٹل باور کرنے کی سعی

جب آدمی کسی فلسطین میں صحیح اور بالطل کو حق مل گیان کر لیتا ہے تو کبھی کمزور سہارے لیتا ہے اس کا اندازہ اس سے کبھی کہ اسلامی اشیفہ کے جس معاہدے کا بھی ہم ذکر کر آئے ہیں اس کے باقی میں مدیر برہان فرماتے ہیں:-

”اگھوں تے دا اکٹر جیو دا اللہ نے“ اس حکومت کے پیلے ”سیکولر“ کا لفظ بھی استعمال کیا ہے اور اس کی نادبادجہ یہی ہے کہ سیکولر ازم کے عناصر ترکیبی صرف دھرمیں ہیں۔ ایک حملہ کے پڑھن کا شری حقوقیں مساوی ہیں اور دوسرے تماں نے اسی کا ازداد پر تاحد اخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی اشیفہ کیلئے جو موتہ متفقور قریباً تھا اس میں بروڈلوں جیزیں صراحت کے ساتھ مدد کر رہیں۔“

پہلی مغالطہ اندر ہے تو اس شہر پارے میں یہی سیکولر ازم کے عناصر ترکیبی بیان کرنے میں مدیر برہان تے تجاہل عارفانہ سے کام لیا ہے۔ موصوف سے کوئی پوچھے چھے کہ اگر سیکولر ازم کی تمام کائنات یہی دو عناصر ہیں تو پھر آپ اور ہندوستان کے دیگر پڑھنے لکھ سلان آئے دن یہ اتحاد جمیون کرتے رہتے ہیں کہ حکومت کی فضلوں تقریب ہندوؤں کی نہیں ہر سوسم سے شروع کی گئی۔ فلاں بنیاد کے افتتاح پر ناریں پھوڑا گیا اُنلوں کا رخاذ کے اورہ گھاٹیں میں اشکار پڑھے جوچے۔ یہ طبقہ ظاہر ہے مذکورہ دلوں عناصر کے مبان و مخالف نہیں ہیں پھر کس لئے انھیں سیکولر ازم کے خلاف فراز دیکھ شور پھایا جائے

## سیکولر ازم کے حذف کرہ عناصر

مدیر برہان غوب جانتے ہیں کہ سیکولر ازم کے چند عناصر اور بھی ہیں جنہیں وہ اس لئے حذف کر لگتے ہیں کہ وہی اس بحث میں فعل میں چیزیں رکھتے ہیں۔ ایک عنصر ہے کہ سیکولر اسٹیٹ کا حکم ان گروہ نہ ہے کے معاملہ ہیں کلی طور پر غیر انبدار پہنچ لے چکے۔ اس بات میں اور اس بات میں طرافق ہے کہ تماں نہ ہب کو آزادی حاصل ہو۔ کون سمجھ رہا کہ اپنے کے اسلامی حکومت میں تماں نہ ہب کو آزادی نہیں ہوگی؟ لیکن خود حکومت کا برویہ ذہب کے لڑ پر کیا ہونا چاہیے سیل سے اسلام اور سیکولر ازم میں اختلاف پیدا ہوتا ہے۔ اسلام کے نزدیک سلان حکومت کا فرضی ضمیم ہے چکر زمین پر وہ معاشرہ برپا کرنے کی مکمل جذبہ دار چیز کو مطلوب ہے، اور جسیں فناشی، ظلم، رشوت میانی، سود، قسar، جنسی فسقیت اور شہروانی نوکرات کے لئے کوئی بگھنیں۔ اسکے بخلاف سیکولر ازم اپنے مقتدر گروہ کا فرضی ضمیم ہے تماں ہے کہ اس کے افساد ذاتی طور پر غواہ کرنی بھی نہ ہب رکھتے ہوں لیکن اجتماعی و معاشری دائرہوں میں انھیں کلیل غیر وابستہ ایضاً اختراء کرنی ہوگی اور حکومت کے وسائل نہ رائے کسی بھی نہ ہب کے غلبہ و سلطان کے لئے استعمال نہیں کئے جاسکتے۔ دوسرے عنصر ہے مدیر برہان نے نظر انداز کر کے یا ہے کہ اسلامی دستور میں تین کمال اللہ کو تسلیم کیا ہے اسے اور زندگی کے الفرادی یا اجتماعی کسی بھی دائرے میں جو قانون اللہ اور رسول نے لے کر ہے اس سے اخراج مکن نہیں ہے۔ کوئی بھی ایسا قانون نہیں بنایا جائے جو قرآن و سنت کے مسلمان اور اسلامی اقدار کے منافی ہو۔ لیکن سیکولر ازم میں اس طرح کا کوئی تعقید نہیں ہے ہی نہیں۔ وہاں تو زمین کے مالک عوام ہیں۔ یہ قسم کی قانون سازی انکا پاس اتنی حق ہے۔ اکثریت کی رائے جس شے کو جائز قرار دیا ہے وہ جائز ہے کیا جسے جرم قرار دے وہ جرم ہے جسے گئے گی۔ آئین اطباء نے خدا کوئی چیز دنہ ہب کی کوئی جیشیت۔ شراب نوشی کی بقاپر یہ اس فی صددے زیادہ اور اکیں حکومت متفہم ہو جائیں تو کسی کی مجال نہ ہوگی کہ رندوں کو ٹوک سکے۔ جو ایسی شائستگی، آخرت اور اخلاق کی جو حدیں، جو خلاک، جو دنہ خالی اکثریت کی رائے سے طے پاجائیں وہ اخراجیں سے بالاتر ہیں گے علی ہذا ہر مسلم میں انسان ہی آخری صد اور نجع ہو گا۔ خدا اور رسول

اسی بنیاد پر سیکولر اسلام کی بنیان کے اداروں کا سامنہ ور ع ہے۔ یہ طور پر اسی بنیاد پر مفرد ہے پرہیز ہے کہ ان کی دلست میں اسلام تمام شہریوں کو بھیساں کو بھیساں حقوق عطا نہیں کرتا۔ اگر وہ یقین نداشتے تو اسلامی حکومت سے وحشت و نفرت اور سیکولر اسلام کی مدد سرائی کا کوئی سبب ہی نہیں تھا۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ مفروضہ نہایت شرگنگی، انتہائی افترا و آمیز اور اطمین طور پر بے بنیاد ہے۔ جن معنیوں میں سیکولر اسلام تمام شہریوں کو بھیساں حقوق عطا کرتا ہے اور جنوریں اسلام بھی حقوق عطا کرنے میں کسی سے بچھے نہیں بلکہ اس بخاطر آگئے ہی ہے کہ اس کے دائرے میں سفیٹی ایکٹ جیسے کسی کا لے قانون کی گناہات نہیں ہے جس کے ذمیت یہ آپ کا جبوس سیکولر اسلام حرم نام سے کہی شہری کی آزادی سلب کر لیتا ہے۔ اسلام نہایت فرا خاری سے بھیساں حقوق عطا کرتا ہے اور ان کو سلسلہ کا کوئی بغلی حریم بھی استعمال نہیں کرتا۔

البتہ تم مدیر برہان سے سوال کہتے ہیں کہ کیا ایک سیکولر شہر میں بھی یہ خانابادی موجود نہیں ہے کنجوں وہ شخص نہیں ہو سکتا جو قانون سے باخبر نہ ہو۔ پر وقیروہ شخص نہیں ہو سکتا جس نے اسکوں اور کالج کی اسناد حاصل نہ کی ہوں، پوست ماسٹر اور ایجنسی، بیک شیخ، فوجی افسر، ڈاکٹر وہ شخص نہیں ہو سکتا جس نے متعلقة تعلیم اور تربیت میں حصہ نہ کی ہو۔

یہ خانابادی اگر موجود ہیں اور محدود ہیں۔ تو کیا انکے باوجود آپ بلا خوف تردید یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ سیکولر اسلام تمام شہریوں کو بھیساں حقوق عطا کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہو کہ اوصاف اور ایمتیوں کے فرق کو ملاحظہ رکھنا بھیساں حقوق کے منافی نہیں ہے۔ بھیساں حقوق عطا کرنے کا مطلب ہے کہ ماصب عطا کرنے نہیں، البتہ اور ضروری تحریر کا کوئی لحاظ نہ کیا جائے۔

بانک اسی بدیہی قاعدے کے مطابق اسلام بھی تمام شہریوں کو بھیساں حقوق دیتے کے باوجود یہ مخواطر کھلائے کہ کسی منصب پرہیزی شخص فالمن پر جو اس کا اہل ہو۔ پھر جائز ہے جس کی شرح و بسط کے ساتھ واضح کہ بھیکوں کو اسلامی حکومت میں خیر ملکوں کو کیمڈی ماصب نہیں کا معاملہ کوئی ترالا معاملہ نہیں ہے زادوں کی مناء فرق پرستی پر ہے۔ دوسرے کسی بھی ملکت سے ظلم فراہدیا جا سکتی ہے نہ ملکی

کی جیشیت فقط یہ ہوگی کہ جو صاحب چاہیں اپنی انفرادی زندگی میں اپس یاد فرالیں سیاسی و معاشرتی مسائل میں خاباطہ و آئین کر کے بر خدا اور رسول اور ایمان دلخاق کی دہائی نہیں دی جائے گی۔

تیرا خصر جو سیکولر اسلام کے خیر کا خوبی جز ہے یہ ہے کہ وہ ”قوم پرستی“ کی دعوت دیتے ہے اور اس کی قوم امیثت کی جڑا فی حدود سے بچتی ہے۔ اس کے بر عکس اسلامی حکومت ایک حاصل نظریاتی امیثت سے عبارت ہے جس میں قوم پرستی کے لئے کوئی جگہ نہیں اور جس امیثت سے عبارت ہے جس میں قوم کی جیشیت دیتا ہے اس کی قدیمیت کی قدر مشترک یہ ہے اسے کہ اس گروہ کے افراد ایک خاص وطن ایک خاص قطعہ ارض پر بستے ہیں بلکہ وہ اساسی تصور است۔ اس کی قدیمیت کی تصور است اس کی میں جو اس توں میں اسکے نسب اور امصار و دیار کی تباہی کوئی فرق نہیں کرتے بلکہ نظریات و عقائد ہی کو فرق و امتیاز کا معیار قرار دیتے ہیں۔

اب ہم مولا ناصیعہ احمد البر بادی اور ان کے ہبہ اخصر سے پرچھتے ہیں کہ دو مختلف چیزوں کے صرف مشترک جزو اور کوئی لینا اور متصارب و متبہلین اجزاء سے صرف نظر کر لینا کیا ایسا ہی نہیں ہے جیسے آپ چند ایسے اخلاقی اصول و اقادر کا حوالہ دیکھ جن میں اسلام اور مہندس اور فضلانیت مختلف تغیریں یہ دو ہی کریں کہ اسلام اور ہندو مت اور فضلانیت میں تحدیت ہے تو ہمیں میں۔ مشکل انسانوں کے بھی دو سکھیں دو کان اور چار ہاتھ پر جوئے ہیں اور جانوروں کے بھی۔ آدمی بھی زمین ہی پر چلتا ہے اور جانور بھی آدمی کو بھی غذائی ضرورت ہے اور جو المز کو بھی لیکن اس طرح کے اجزاء اوصاف کا اشتراک انسان و جیوان کے قدرتی فرق کو تو نہیں مٹ سکتا۔ اسی طرح بعض عناصر کا اشتراک اسلام اور سیکولر اسلام کے انصاف کی کتفی نہیں کر سکتا۔ ان واضح حقائق کی موجودگی میں مولا ناصیع کا یہ تکمیل گزندگانیکار:

”سیکولر اسلام کی خدا نہیں بلکہ جیسا کہ آپ نے بھی کہا عین اسلام کی تبلیغ ہے اور مکمل طور پر جن جملائی تلاعی ایسی حریت کا جبارت ہے جس پر ہم جیسے کم ہمت انجام جیت کے نہیں رہ سکتے۔

اسلام کے غمے الزام  
مدیر برہان بار بار بھیساں شہری حقوق کی بات کرتے ہیں اور

واضح فردایا ہے وہ اُلیٰ ہے۔ انسانوں پر لازم ہے کہ اسی فرق کو معیار نہیں۔ حرم و خبیث اشیامی چاہئے کتنی ہی ریل پیل ہے، لوگوں میں وہ کتنی ہی بقول متروح ہو جائی ہوں، ان کی پسندیدہ کی پرکھا ہی کثیر تفاق رائے ہے بلکن ان کی حرمت و خداشت میں کوئی فرق نہیں آتا اور مسلمان پر لازم ہے کہ ان سے ڈر بھاگے اور دوسروں کو دوڑ بھاگئے۔

مگر ایک لازم کا معروف مسلم اصول یہ ہے کہ عوامی نمائندوں کی اکثریت جس چیز کو حلال و طیب قرار دیدے وہ حلال و طیب اور جسے منوع و محظی کے وہ نماں اختناک ہے۔

کیا ان دنوں اصولوں میں بعد المژتھین نہیں؟ اور کیا ان کے مظاہر ربکے سامنے موجود نہیں ہیں؟ — مثال کے طور پر سو دو کو بخیجئے۔ اپنے ملک میں تو خیر سے ہندو اکثریت ہے لہذا سو دی کی تباہت کا سوال ہی نہیں اُنھاں کہ پاکستان میں کچھ یقینی ختم پروردیم اول سے اپنے ملک سیکولر جمہوری ہی کے دل کے بخیجے آرہے ہیں اور تالون مازموں ہی موسن ہیں۔ کیا انھوں نے سو دو کو ایک دن کے لئے بھی منوع قرار دیا، کیا شراب ان کے ہیں، ایک صاعت کے لئے کہی حرم ہیری ہی کیا شہوانی محکمات اور ہوس انگلیز عوام پر کوئی آئینی پابندی کی؟ —

یہ سیکولر لازم ہی کی برکت تھی کہ ایسا کچھ بھی نہیں ہوا۔

یونہد عوامی نمائندوں کو "خوبی" کی کثرت دل سے بھائی ہوئی تھی اور نمائندوں کی غالب اکثریت اس موقف پر بھی ہر کوئی کہم تو خبیث کو طیب ہی نہیں کے چاہے قرآن کریم کے لئے ہے۔ اس صورتہ حال پر قانون کوئی اعزاض نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ ذمی نمائندوں کی اکثریت جس نیصی پر متفق ہو دہ سیکولر لازم کی رو سے عین حق ہے۔ تھیں الگ سیکولر لازم کی جگہ "اسلام" مقتدر ہے اور انکی ترتیب کیا پورے ملک کی رائے بھی ان جماعت کو طبقات کے ذمے میں شامل نہیں کہ سکتی تھی خصوصاً اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت قرار دیدیا ہے۔

## ٹھیک مادی نقطہ نظر

حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اسلامی حکومت کے موضوع پر

کے دائیں میں آتا ہے بلکہ تو ٹھیک اسی اصول کے مختصہ ہے جس اصول کے مختصہ میکولر ازم یا کوئی بھی ازم کچھ لوگوں کو عدوں سے حرم رکھتا ہے۔ میکا ستم طریقہ ہے کہ دنیا کے اور سارے ازم تو سورہ سے اخراج کرنے والے افراد کو ایوان اقتدار کے پاس نہ کھینچنے دینا اپنے لوگوں کو کوئی عہدہ تھوڑی نہیں لیکن اسلام سے مطالیہ کیا جاتے کہ معمولی سرکاری ملازمتیں نہیں بلکہ صفات دوڑا رہت پر بھی ان لوگوں کا حق ضرور تسلیم کرے جو ان مناصب کے اہل ہوئے تو درگنازار ہے۔ سعد سورہ ہی کا تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہیں۔

یہ مطالیہ کہ اسلامی حکومت کو بھی جو ارت و دوڑا رہت کے دروازے غیر مسلموں کے لئے گھول دینے چاہیں، میکولر ایس ہی مذاہب ہے جسے کوئی یوں کہے کہ جب ہندوستان میں میکولر ازم قائم ہے اور سب شہروں کو کیسا حقوق ملے ہوئے ہیں تو سشن اور جانی اور سریم کو لوگوں کی تھی کا دردرازہ تصرف جاں مطعن لوگوں کے لئے گھول دیا جائے۔ بلکہ ان لوگوں کو بھی اس کا حقدار قرار دینا چاہیئے جو سرسے سے یہاں کے قانون و دستور کو مانتے ہی نہ ہوں۔ جیسیں دستور کے بنیادی کلیات سے ہکلہ گزیر ہو، جو یہاں کے سماجی طبقے جمہوری تصورات اور بنیادی مقاصد سے انکار کرنے ہوں۔

## قرآن کیا کہتا ہے

اسلام اور سیکولر لازم کے فرق و تضاد کو ہم نے کافی واضح کر دیا۔ قرآن و حدیث میں اس فرق کی روشنی کے لئے بہت سی تفصیل ہیں یہاں تک کہ بہت سی کتابیں بہت سی آیت یاد آئی ہیں جو سیکولر لازم کے نظر یا ان تلسیف کی شرگ پر ضرر لکھتی ہے۔

اللہ تعالیٰ صورۃ ما نہ دہ میں فرماتے ہیں: «

قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُمَّ  
كَبُودَ اَسَمْ حَمِيَّةٍ  
وَالْأَطْبَىتْ دَلَوْلَ اَعْجَمَّا  
سَرَارَ نَہِیںْ نَہِیںْ سَکَنَ اَكْرَجَ جَنَاحَ حَمِیَّ

لَكَذَرَهَا اَعْجَدِیتْ (رَکِعَه) لَکَذَرَهَا اَعْجَدِیتْ کی ترتیب۔

کیا اس آیت سے صاف طور پر یہ کلیہ سنت طبق ہیں ہوتا کہ حلال و حرم، خوب و شر اور خبیث و طیب میں جو فرق اللہ نے

کا پیر طلب بھی ہو گا کہ اس کے بعد کسی مسلمان کو تباہ خلافت کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ اگر یعنی طلب ہو گا تو پھر عمر ابن عبد الزیر نے دیر براہن کی نظر میں بہت بڑے محروم افراد پائیں گے کہ انھوں نے صرف کوشش کی بلکہ خلافت راشدہ کا عملی نمونہ پیش کر کے بھی دکھل دیا۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ ایکستان یا کسی بھی مسلم اکثریت دا لے سکے ہیں جو لوگ آج "اسلامی حکومت" کے قیام کی تھت اور انکے ہیں جو عربی آنکب کیا ہے کہ اسلامی حکومت ہے ہماری مراد تھیک ایسی حکومت ہے جو ہر دلی خدمت حال اور تمام ہر اقشار اسے "خلافت" کے اُس قدر اصلاحی مفہوم کے مطابق ہو جس کی طرف کامل مدیر برہان کا کشیدہ سخن ہے۔ ہمارے خیال میں مدیر برہان مولانا عودودی کے افکار و عقایم کو صحیح طور پر نہیں سمجھتے ہیں۔ مولانا عودودی اپنی تحریر و تقریر میں اسلامی حکومت کے لئے باہم اتفاقات "اسلامی ریاست" کی صفت طراح بھی استعمال کرتے ہیں جس سے ظاہر ہے کہ انھیں نقطہ خلافت پر اصرار نہیں نہ افکار و اصطلاحات ان کی بحث کا موضوع ہیں۔ وہ تو معانی سے بحث کرتے ہیں۔ ظاہری دھراپتوں کے عوض انھیں روح اور جو ہر طبقہ ہے۔ مدیر برہان کو اگر یہ اصرار ہے ہے کہ خلافت پہنچنے کے لئے دونوں ہوچکی اور اب ریاستوں کا درد ہے تو اسلامی حکومت کے تنا بیوں پر حرف نہیں آتا گیونکہ اسلامی حکومت کا جو تصور وہ رکھتے ہیں وہ کوئی ایسا لوگ کہا اور فرم سوہہ نصویر نہیں ہے جس پر "خلافت" کا اطلاق تو ہو "اسلامی ریاست" کا اطلاق نہ ہو سکے۔

"ریاست" ایک سچ لفظ ہے۔ خود مدیر برہان بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ریاست ہر طبقہ کی پرستی کے خلاف بھی اور غیر خلاف بھی۔ لادنی بھی اور سنبھی بھی۔ تو انھوں نے کیسے کہ کیا کہ جس حکومتیں صدر حملت کا ساتھ نہیں دیتی۔ ایک دو دس پانچ نہیں یہ شمار خلافت خلافت راست وہ کے بعد بھی ختم ہنکرے دیکھتے ہیں۔ اسلامی رائج کوئی بھی بعلم دس نہیں خلافت کے نام تو فرگنوں مکانتے ہیں۔ دوسرے دیہر میں سورج کا انکار جسی ہے یہ بات کہ خلافت راشدہ کے بعد سرے سے خلافت ہی حقاً ہو گئی۔ دوسرے اس دعوے سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ جو چیز خلافت کے بھاٹے سے ایک بار ختم ہو گئی ہو اسے نشانہ نہیں دیتے ہیں کی سی بھی ترک کردی چاہئے۔ فرض کیجئے دو روایتیں ہیں۔ مکحہ ہو کر حضور نے فرمایا خلافت راشدہ تین سال رہے گی۔ تو کیا اس نے ایت

بجت کیتے ہوئے ختم مدیر برہان کے ذہن سے اسلامی حکومت کے وہ اساسی مقاصد بالکل جو ہو گئے ہیں جو اسے دوسری ماڈل پرست حکومتوں سے متاثر کرنے ہیں اور مادی طرز فنکر کے باہم سے بہتے دنیا پرست مفکرین کی طرح وہ ملکی خوش حالی اقتصادی ترقی اور عی آسودگی اور اسی نوع کی دوسری چیزوں کو اسلامی حکومت کا پہنچ آخري تصور کئے ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ زمان کی ذکری قلم پر زمان دست کے برہائیں آتے ہیں نہ صوابتہ داعم کے ارشادات۔ نہ خدا اور رسولؐ کی رضا جوی کا تذکرہ ملائی ہے نہ تحریر پوری رفت کے سوار کسی سمجھتے اور ماذد کو دہ اسیت دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ برہائی باتیں کہتے ہیں جن سے اتفاق مشکل ہے۔ مشکل رکھتے ہیں:-

"حقیقت یہ ہے کہ خلافت اور ریاست میں بہت بڑا فرق ہے خلیفہ بھر مسلمان کے کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا لیکن خلافت تو خلافت راشدہ کے بعد بھی ختم ہو گئی، اور اب اس کے احیاء کا کوئی امکان نہیں۔ رہی ریاست تو وہ ملی جلی اور خلوات بھی ہو سکتی ہے۔ اس میں تحری طور پر کوئی تبادلت نہیں ہے کیونکہ ایک بھر جو رہی میں قانون سازی کی اہل طاقت پارلیمنٹ نہیں اور اس کے انھوں میں ہوتی ہے جو عوام کے خاتمہ ہو گئے ہیں اس الگ پارلیمنٹ میں اکثریت مسلمانوں کا ہے تو دوسری قلم حضور محدث جو رہی اگر غیر مسلم بھی ہے تو وہ پارلیمنٹ میں خود کے حلفاء کوئی اقدام نہیں کر سکتا۔" (دست)

ہم سوال کرتے ہیں اس دعوے کی کیا دلیل ہے کہ خلافت تو خلافت راشدہ کے بعد بھی ختم ہو گئی؟۔ اول تو تاریخ اس دعوے کا ساتھ نہیں دیتی۔ ایک دو دس پانچ نہیں یہ شمار خلافت خلافت راشدہ کے بعد بھی ختم ہنکرے دیکھتے ہیں۔ اسلامی رائج کوئی بھی بعلم دس نہیں خلافت کے نام تو فرگنوں مکانتے ہیں۔ دوسرے دیہر میں سورج کا انکار جسی ہے یہ بات کہ خلافت راشدہ کے بعد سرے سے خلافت ہی حقاً ہو گئی۔ دوسرے اس دعوے سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ جو چیز خلافت کے بھاٹے سے ایک بار ختم ہو گئی ہو اسے نشانہ نہیں دیتے ہیں کی سی بھی ترک کردی چاہئے۔ فرض کیجئے دو روایتیں ہیں۔ مکحہ ہو کر حضور نے فرمایا خلافت راشدہ تین سال رہے گی۔ تو کیا اس نے ایت

## خلافت و ریاست

موصوف فرماتے ہیں کہ ملی جعلی حکومت ریاست کے قیام میں شرعی طور پر کوئی قیاحت نہیں۔ خدا جعلے ان کا اشارہ کس شریعت کی طرف ہے۔ جہاں تک تراویث و صفت و الی شریعت کا اعلان ہے اس میں تو حکومت قائم کرنے کا مقصود اول ہی بصرار دیا گیا ہے کہ مدد و سلطنت میں اُن قوانین اور تصورات کو ناقذ و غالب کیا جائے جو اقتدار اور رسولؐ کو پسند ہیں۔ ان احکامات کا اجراء کیا ہے جن کو قرآن و صفت میں منصوب کیا گیا ہے۔ اگر غالی دنیادی مقام ہی ہیں بلکہ خصوص اسلامی مقاصد بھی کسی کے پیش نظر ہیں تو اسے اسلام نے ہبہ اجازت کیں ہیں دی کہ بینا ہبہ کو لے اُن کا بابس پہنچ یعنی مذاہب معاملہ ہیں غیر جانبداری کا عملان بالآخر کرو اور پہنچ اسلام کے طبق و مقاذکی تک دو میں سُکھ رہو۔ اس کو خلاف ریاست یہ ہے کہ نفاق سے الحذر، قول فعل کی بعدتی سے استغفار، صاف چھوڑ اور دیانت سے عمل کرد۔ اگر کسی ملک میں تمہیں حکمرانی کا موقع یعنی چوتا بیان اللہ اور رسولؐ نے حکم طور پر طے کر دیے ہیں افغان رستور کے ناقابل تحریک اصولوں کی حیثیت دی جائے جن کی تصحیح نکی جاسکتا درخواہی نہ ائمہ صوفی ایسے ہی قوانین بنائیں جو ان اصولوں سے ہم آہنگ ہوں۔ اس نکتے کی حقیقی کہنا اور بھرپور امتیاز اور شریعت کا حوالی کیجئے جاتا نہیں جلی تضاد ہے۔

وقت پلٹ کر دیکھئے۔ جیسے کی جس حکومت کو مدیر برہان نے ڈاکٹر حیدر اللہ کے حوالے سے ریاست اور اسٹیٹ کا نام دیا ہے اس کا دستور بھی ریاست کے اُس تجھیں کی سراہ مرضد ہے جس کی طبع صورت فرمائے ہیں۔ ہم کہتے ہیں اس دستور کے مطابق خدا اور رسولؐ کو حریت آخران لوچر اس لیقیں اور حقیقی سے کی بنیاد پر کسی بھی قسم کی حکومت بنالیوہ اسلامی ہرگز مگر مدیر برہان اسی بنیاد سے گزینی کے حصہ اسی حکومت کو اسلامی تراویح نئے کے درپے ہیں جس میں حرف آخر خدا اور رسولؐ نہیں ہوئی ہوتی ہے عالمگیر وہ خوب جانتے ہیں کہ کوئی شخص یا گروہ مثنی اندامیں ماری جباد اسلامیہ بھی اداگر دے تو اس کی کوئی قیمت نہیں نہ اسے مسلمان تسلیم کیا جائے ہے جب تک وہ خدا اور رسولؐ کے حرف آخر ہوئے کا صراحت قائل نہ ہو۔

لیکن جو کلیدی عہدے اسلام کے مقاصد عالیہ کے فروغ اور تنزل ہم طور کی طرف پیش قدمی میں فصل کن حیثیت رکھتے ہوں ان کا استحقاق تو ان افراد کو نہیں چو سکتا جنہیں ان مقاصد عالیہ اور تنزل ہم طور سے نصروف یہ کہ ہمودی نہ ہو بلکہ ان کو وہ حریفان نگاہ سے دیکھتے ہوں۔ ایسے لوگوں کو ان عہدوں سے دور رکھنا ٹھیک ایسا ہی ہے جسے سکولر جمیوری اپنے مناصب کے نامزدین لوگوں کو دور رکھنا پسند کرتی ہے۔ ایک سادہ سی حقیقت

مودودی یا کسی بھی اسلام پسند کے پیش نظر حاضر اصطلاحیں و رافضیوں نہیں ہیں وہ معانی و مفہوم اور اوصاف و فوائد ہیں جو اسلام کو فیض اسلام سے میز کرتے ہیں۔ مدیر برہان اگر حالیہ اوصاف سے اتفاق کرتے تو الفاظ کا تنازع زیادہ اہم نہیں تھا، لیکن وہ تو اس بنیادی مرضی ہی میں غیر اسلام کو اسلام قرار دینے کی سعی فرماتے ہیں جہاں سے اسلام اور غیر اسلام کی گاڑیوں کا انشا بدلتا ہے اور بھروسہ نہیں بھی ایک دھرم سے نہیں ملتیں۔ یعنی قانون سازی کا مکمل اختیار وہ حرامی مٹا نہیں کی پار ہمینٹ کو سونپ دینا اس حد تک اسلام کے مقابن بھیتے ہیں کہ ان کی دلست میں شرعی طور پر اس میں پھر قیاحت نہیں۔ حالانکہ بھی وہ بنیادی تصور ہے جو اسلام کا حلف اور اس کی نکل نیقی کرنے والا ہے۔ خلافت و ریاست اور دھرم تکمیل الفاظ و اصطلاحات کی بھوؤں کو ایک طرف رکھ کر اسلامی نکتہ پر عالیہ کی طرح اُن ہے کہ اسلامی حکومت وہی ہو سکتی ہے جس میں عوامی نمائندوں کو قانون سازی کا مکمل اختیار بھرگز نہ ہو بلکہ چوتا بیان اللہ اور رسولؐ نے حکم طور پر طے کر دیے ہیں افغان دستور کے ناقابل تحریک اصولوں کی حیثیت دی جائے جن کی تصحیح نکی جاسکتا درخواہی نہ ائمہ صوفی ایسے ہی قوانین بنائیں جو ان اصولوں سے ہم آہنگ ہوں۔ اس نکتے کی حقیقی کہنا اور بھرپور امتیاز اور شریعت کا حوالی کیجئے جاتا نہیں جلی تضاد ہے۔

ڈاکٹر حیدر اللہ کے حوالے سے ریاست اور اسٹیٹ کا نام دیا ہے اس کا دستور بھی ریاست کے اُس تجھیں کی سراہ مرضد ہے جس کی طبع صورت فرمائے ہیں۔ ہم کہتے ہیں اس دستور کے مطابق خدا اور رسولؐ کو حریت آخران لوچر اس لیقیں اور حقیقی سے کی بنیاد پر کسی بھی قسم کی حکومت بنالیوہ اسلامی ہرگز مگر مدیر برہان اسی بنیاد سے گزینی کے حصہ اسی حکومت کو اسلامی تراویح نئے کے درپے ہیں جس میں حرف آخر خدا اور رسولؐ نہیں ہوئی ہوتی ہے عالمگیر وہ خوب جانتے ہیں کہ کوئی شخص یا گروہ مثنی اندامیں ماری جباد اسلامیہ بھی اداگر دے تو اس کی کوئی قیمت نہیں نہ اسے مسلمان تسلیم کیا جائے ہے جب تک وہ خدا اور رسولؐ کے حرف آخر ہوئے کا صراحت قائل نہ ہو۔

بے کہ آپ اگر ایک خاص نقشہ برخالی التزامات کے ساتھ کوئی عمارت بنانا چاہتے ہیں تو اس کی تعمیر کا کام ایسے ہی انجینئروں کے پسروں کریں۔ مگر جو اس نقشے اور التزامات کو در صرف مجھتے ہوں بلکہ ان کے مطابق عمارت بنانے پر خوشی سے آمادہ بھی ہوں۔ اگر اس کے عوض آپ کسی ایسے انجینئر کو دخل اندرازی کا موقع فراہم کرنے لیں جو اولاً تو اس نقشے کی نزدیکیں اور ان التزامات کی طائفیں سمجھنے کی اہلیت ہی نہ رکھتا ہو، تا نیا جتنا پچھہ وہ سمجھ سکتا ہے اس سے بھی اسہد دل کی گمراہیوں کے ساتھ اخلاف ہو تو اس کے سوا کیا بھاجا جائے گا تو یہ خاص انداز کی عمارت آپ کو فی الواقع مطلوب ہی نہیں ہے۔ مگر جو اس صورت رجایا جا رہا ہے۔ آپ کو کوئی پرواہیں کر عمارت کیسی بنے اندھیسی نہ بنے۔

رہی رہ صورت ہے دیر بربادان نے پیش فرمایا ہے کہ پاریمنٹ کی مسلمان اکثریت تو اسلامی قوانین کے نفاذ پر متفق ہو گزر عظم یا صدر حجہ روئے کو فی ایسا آدمی بنالیا گیا ہو جو اسلامی قوانین سے معاندانہ تعلق رکھتا ہو تو یہ ایسا ہی ہے جیسے قابل قانون داڑی کی جوڑی پر کسی قانون سے بہرہ اور جذبہ عدل سے عاری شخص کوچ کی جیتیں سلط کر رہا ہے اور اس سلط کو معقول منانے کے لئے صرف دلیں کافی تھیں جائے کہ کوچ کے کسی فیصلے کا نفاذ جوڑی کی رضاہنہی پڑھ رہا تھا کہ یہ ایک ہے۔

ہم کہتے ہیں عذریہ یا انتظامیہ یا اقتدار اعلیٰ کے کسی بھی شیجہ میں باہر ہون کی سعی کا ہیڈ اور سربراہ کسی جاہل یا نام جاہل کو بنادیتا آنا خطرناک نہیں جتنا کسی حقیقی اسلامی حکومت میں صدر یا ذیر عظم غیر عظم کو بنادیتا۔ کیونکہ مطلق جل ایک سے مفر سی مخفی شے ہے جسیں جا رہتے ہیں پائی جاتی۔ متعلق عزم و فن سے جاہل ہیڈ اپنے منصب اور مثاہرے کی خیر مذلتے ہوئے شاہ طریح کی جیتیں برخوشی قاعیت کر سکتا ہے۔ اس کی نفیاں میں پوری شیجہ کے نظریات و مرضیات کے خلاف پچھ کرنے کی کوئی نہاد موجود نہیں ہے کوئنکہ وہ جاہل ہے۔ مگر کفر و شرک جمل مطلق کا نام نہیں ہے۔ کفتار و

مشرکین خود اپنے ایجادی نظریات و حقائق رکھتے ہیں اور قدر نہ تما ان کی یہ خواہش بھی ہر قی سے کہ ہر دوسرے نظریے کے مقابلے میں ان کے اپنے نظریات کو بالادستی متعارفیت اور سربر کی حاصل ہو۔ اس صورت میں یہ کیسے دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ مسلمان اکثریت کی فہم پر ہیڈ کی جیتیں سلط کیا ہے اور غیر مسلم ہر حال میں شاہ طریح ہی کی پوزیشن پر صبر کرے گا اور اپنے غیر اسلامی نظریات و حقائق کے فروع کا جذبہ بہ اس کے اندر اسلام کے خلاف جارحانہ عالم پیدا نہیں کر سکا۔ فیضیات کے عین مطابق ہے یہ اندیشہ کہ مسلم اکثریت والی پاریمنٹ کی اسلام فواز سرگرمیوں اور بالیسوں کو غیر مسلم صدر یا ذیر عظم عناد و نفرت کی نگاہ سے دیکھے اور ان کو بے اثر بناانے یا ان کا اُرخ موڑنے کی خاطر اندر ہی اندر جاں پھیلانے۔ اسکیسی بنائے۔ مازٹیں کرے۔

رہا یہ سٹل کہ اس ایکٹے کی دیسیہ کاری سے کیا تما ہے تو بھی اتنا سطحی معاشرہ نہیں کہ محض دل لفظ اس کا فضل کر دیں۔ اونچے مناصب بہر حال اپنا ایک حلقة اکثریت کھٹکتے ہیں اور حکومت کے بنیادی دستور سے محض صدر یا ذیر عظم ضابطوں سے نظر چاکر بھی بہت بچ کر سکتا ہے۔ اگر وہ یوں سے طور پر کامیاب نہ ہو تو بھی یہ مانے بغیر عارہ نہیں کو جس منصب کو حکومت کے مقام پر کمکیل میں ثبت اعتمدوں کا شیع و صدر پر ہونا چاہئے تھادہ جو دفعہ تعطیل یا پھر تھالف و تحریک کا مرجع و مبنی بن گرہ گیا۔

اور اگر وہ کامیاب ہو جائے تو اسلامی حکومت کا قصہ ہی ختم ہے۔ یہاں تا حکماں میں سے نہیں، گرائیلا صدر یا ذیر عظم اپنی حکمت عملی یا شخصی وجاہت کے زور سے پاریمنٹ کی اکثریت سخون کر لے مثال آپ کے سامنے ہے۔ ہم اسے ذیر عظم پہنچت نہ رہا اپنی تھیت اور صلاحیتوں کے اقتدار سے ایسی ساحرانہ قوت تحریکے مالک ہیں کہ اگر وہ کسی بات کو منوائے کا نیصلہ کریں تو یا تو پاریمنٹ کی اکثریت احمدی کی بولی پولنی نظر نظر آتی ہے یا پھر کچھ اس اسکر ملیا ہے کہ پاریمنٹری ضوابط اور آئینی رسماں کا ذرا امدادستحیج ہوئے بغیر ہی یہ بات ایک طرف و

اکثر بہت چاہیے نہ چاہیے اسلامی تو اخن وکلیات کو لازماً قبولی کرنا پڑے گا۔ یہی وہ واحد استہبے جو معاشرے اور سماست کی کاروائی کو باطل سمجھوں سے چلا کر حق کی صحت چلانے میں موثر خدمت انجام دے سکتا ہے اور اسی راستے کا اتحاب کرنے کی سعی و خواہش اسلامی حکومت اولاقامت دین وغیرہ کے عنوانات سے ظاہر ہوئی رہتی ہے جس پر مدیر برہان کو اعتراض ہے۔

## حضرت عمرؑ کا حوالہ

مدیر برہان رقطراز ہیں۔

”ہم میں سے بہت سے لوگوں کے سچے کاٹھنگ ہے کہ جہاں کوئی معامل رخواہ دہا اپنی ذمیت کے اعتباً سے کیسا ہی حیرہ ہو، ان کے سامنے آیا اور وہ حضیرت عمرؑ کی مثال لے دیتے کہ اپنے یہ کیا اور اسی کیا، حالانکہ آج اگر فاروقؑ عظیم ہوتے تو ان کی ایک جیش تکاہ امریکہ اور دوسروں کو چونکا دینے کے لئے کافی ہوتی اور ان کا دارالخلافہ تہذیب و تجدیف، صفتی حرقت علیم حیرہ کی علمی و علمی وسعت و زیست صفائی اور شانشیکی کے باعث غیرت، اسکو دشمنی ہوتا۔ اس نئے جہاں تک معاملات وسائل کا تعلق ہے ان کے بارہ میں حضرت عمرؑ کے انداز نظر طلاق کار اور اصول و احتجاد اتنا طاقت کو سامنے رکھ کر سوچنے اور غور کرنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ آج اگر وہ موجود ہوتے تو کیا کرتے؟ اس کے لئے خود رات اجھاوگی ہے مگر یہ کون کرے۔ اس مسئلے میں ان حضرات سے کیا لائق ہو سکتی ہے جسیں حیات النبی۔ تراویح کی رکعت، میلاد میں تیام اور آپس میں ایک دوسرے کی تکفیر قبیل سے ہی فرستہ نہیں ہے۔ فی الغربۃ الصلوٰم و دوحة۔“

یہاں مولانا نے حضرت عمرؑ کی تعریف کا کچھ ایسا ہی ملک اختیار کیا ہے جسیں عجذیں رسول اللہؐ اور حمایہؑ کی ذمیصف کا کہتے ہیں۔ یعنی تو صرف تو شاندار سکران کی معروف حکمیات اور ان کے محبوب نظریات سے صرف نظر۔ یہ وض کرنے میں کہ اجتہاد تو بعد کا تھا ہے ہو سکتا ہے تمام علماء اجتہاد کے نااہل میں اور انھیں آپ جیسے اہل بعیشتر سے سبق سیکھنے کی ضرورت ہو لیکن کیا یہ علوم کرنے کے لئے بھی اجتہاد کی ضرورت ہو گی کہ حضرت عمرؑ

حضرت کی صورت اختیار کریں ہے۔ تو یہ بات کیسے فاراج اذنا مکان قرار دی جاسکتی ہے کہ اسلامی حکومت میں بھی قانونی اذن کا درعاڑہ مکلا ہوا ہوئے گی کی صورت میں کوئی ایسا بھی شخص صدارت و وزارت کی کمی پر فالص ہو جائے جس کی تھیست کے لئے پارلیمنٹری فوج کا ہر بیرون پاشیاں کر رہا جائے اور پالیسیاں بنانے میں اسی کے چشم داہدو کی طرف نیازمندی کے ساہمنہ کیا جایا کرے۔

کافر مدیر برہان خوشنامیں کہ امریکی کی حدادت فداوت کی ٹھیکانے پرست کو اور چین وروس کی فداوت کی ٹھیکانے پرست دشمن کو عطا کرنے کا مشورہ دینا ہیں قدر ناخشگوار اسی قدر ناخشگوار پر مشورہ بھی ہے کہ اسلام کی لیکن نظریاتی اسٹیڈی میں کلری مناصب کے دروازے ان لوگوں کے لئے بھی ٹھیکانے پرست دیجئے جائیں جو ان نظریات کے ٹھیکانے اور خود معترض حریف ہوں۔

## ایک اور غلط فہمی

مدیر برہان کے متذکرہ بالا قلم پارے سے یہ بات بھی فاہر ہوتی ہے کہ ان کے خالی میں پارلیمنٹ میں الگ اکثریت مسلمانوں کی ہے تو پھر اسلام اس حدیک محفوظ ہو گیا کہ مدد ریا اور یہ حظم فرضیم کو بھی بنادیا مقاصد اسلامیہ کے لئے محفوظ ہیں۔

یہ خالی تحریک و مذاہدے کے سزا متر خلاف ہے۔ کیا پاکستانی پارلیمنٹ مشروع ہی سے مسلمانوں ہی کے جسمی کام اہمیتی ہے اور کیا مصروف ترکی میں مسلمانوں ہی کی حکومت قائم نہیں ہے۔ پھر کیا تیجہ نکلا۔ کیا اسلام نافذ ہو گیا۔ کیا باطل کو مندرجات دار سے اٹار دیا گی؟

سب دیکھ رہے ہیں کہ تمام مسلمانوں ہی کی پارلیمنٹی سزا مغرب اسلامی قوانین پر شاداں اور اسلامی قوانین پر گزیاں ہیں۔ سو وو شراب حصے تھوڑے میراں اور حمایہؑ کی تھرست میں نہ آسکے پھر اسلام کی طرف پیش رفت اور اقدام کا ایسا سوال پیدا ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں کھلی بات ہے کہ اسلام کی نشأۃ ثانیہ اور اسلامی اقدام کے احیاء کی خاطر سیکولر ایمین کو چھوڑنا پڑے گا اور اس کی جگہ ایسے آئین کو دینی ہو گی جو پارلیمنٹ کو مجبر کر دے کہ اس کی

تھوڑا تھا کہ رجعت پسندان فراز دینا آپ کو مطلوب ہے۔ اُنکی تحریر بہ کو دیکھ لیجئے ایسی بخوبی کا وسط برائے نام ہی تھے کہ اسی طرح تحریر مولانا کے نزدیک اچھا و تھیں اور تخلیق و تحریر تھے کہ محاجہ ہے کہ معیشت، افہما، تہذیب، حیات مالی، سیاست اور رعایت کسی بھی شعبہ زندگی میں جو قوانین اللہ اور رسول ﷺ نے صریح فرمادیے ہیں وہ حضرت عمر کے نزدیک ہیں و متور ہے۔ اُن تھے اخیں سو فیصلی الکریمہ بھی اپنی رائے کے ذریعے بدلتے کی جگہ اپنی تحریر میں تھی۔ ان کا انکار کرنے والا کافروں مرتضیٰ ہے اُن کے اجراء میں عوامی نمائندوں سے استھواب اور وثائق کا سوال پیدا ہنہیں ہوتا تھا کیا اس حدیقت سے اگر ہی حال کرنا بھی خود میںیں مطاطھ پر بھروسے کہ حضرت عمر کے نزدیک دستور و آئین کے لئے سے خلیفہ عوام کا نمائندہ نہیں تھا وہ رسولؐ کا علیحدہ اور اللہ کے احکام کا طبع تھا۔

کیا اس میں بھی کسی شکر کی بجائش ہے کہ حضرت عمرؐ کے نزدیک اُن محل کی سیکو لم جھوپری کے طرح اسلامی حکومت مغلوق میں قانون سازی کی عمل طاقت عوام کی نمائندہ اسلامی کے ہاتھوں میں ہنسی تھی بلکہ اللہ اور رسولؐ کے قبضے میں تھی۔ عوام کی نمائندے تو یہ اسی عدالت قانون سازی کے حکار تھے کہ بن معاشر میں اللہ اور رسولؐ نے صریح قوانین نہیں دیتے ہیں ان کیلئے ایسے قوانین وضع کریں جو اللہ اور رسولؐ کے طبقہ وہ اصول کیلیات سے ہم آہنگ ہوں اور ان کے لیے اللہ اور رسولؐ کی مرضیاً ہی کی یا بجا تھی کا جذبہ کار فراہم ہو۔

اکریہ حقوقی مسلمات میں سے ہے ہیں۔ توجیات النبی ﷺ میلاد و فتوی کی بخوبی میں پڑنے والے علماء سے کیا آتا ہے اِجتہادات کا مطابق کرنا چاہیے ہیں جو ان مسلمات پر خط نصیح تھیں۔ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ درود نبوی کی بلکہ ہماری سے شجوہ ہو گر مولانا مودودی یا دوسرا سے علماء اس اساسی عقیدے کو بھی طلاق پر کھدیں کہ اسلامی حکومت کا وہ ارتقاون الہیسے کی بے حد تسلیم ہے نہ کہ انسانی سروں کی تھی۔ پر۔

فرمودی علیوں کا آپ یہ جو علمزدی ہے اتفاق سے مولانا مددودی تو اس کی نزد سے بھی باہر میں خوبی مطعون کرنا اور جنکے سیاست و آئین کے معاملوں میں بھی اسی طرح اللہ اور رسولؐ کو معیاذ جنت مانتے تھے جس طرح اصطلاحی عادات میں کیا یہ واقعہ بھی مولانا کے نزدیک اچھا و تھیں اور تخلیق و تحریر تھے کہ محاجہ ہے کہ معیشت، افہما، تہذیب، حیات مالی، سیاست اور رعایت کسی بھی شعبہ زندگی میں جو قوانین اللہ اور رسولؐ نے صریح فرمادیے ہیں وہ حضرت عمر کے نزدیک ہیں و متور ہے۔ اُن تھے اخیں سو فیصلی الکریمہ بھی اپنی رائے کے ذریعے بدلتے کی جگہ اپنی تحریر میں تھی۔ ان کا انکار کرنے والا کافروں مرتضیٰ ہے اُن کے اجراء میں عوامی نمائندوں سے استھواب اور وثائق کا سوال پیدا ہنہیں ہوتا تھا کیا اس حدیقت سے اگر ہی حال کرنا بھی خود میںیں مطاطھ پر بھروسے کہ حضرت عمر کے نزدیک دستور و آئین کے لئے سے خلیفہ عوام کا نمائندہ نہیں تھا وہ رسولؐ کا علیحدہ اور اللہ کے احکام کا طبع تھا۔

کیا اس میں بھی کسی شکر کی بجائش ہے کہ حضرت عمرؐ کے نزدیک اُن محل کی سیکو لم جھوپری کے طرح اسلامی حکومت مغلوق میں قانون سازی کی عمل طاقت عوام کی نمائندہ اسلامی کے ہاتھوں میں ہنسی تھی بلکہ اللہ اور رسولؐ کے قبضے میں تھی۔ عوام کی نمائندے تو یہ اسی عدالت قانون سازی کے حکار تھے کہ بن معاشر میں اللہ اور رسولؐ نے صریح قوانین نہیں دیتے ہیں ان کیلئے ایسے قوانین وضع کریں جو اللہ اور رسولؐ کے طبقہ وہ اصول کیلیات سے ہم آہنگ ہوں اور ان کے لیے اللہ اور رسولؐ کی مرضیاً ہی کی یا بجا تھی کا جذبہ کار فراہم ہو۔

و تجدید کا فرق ان سے زیادہ کون جانے گا۔ ہیرت ہے اخیں حقیقت کیوں نظر ہیں آئی گری پاکستانی مساجد میں اسلامی اصطلاحوں کو کس کثرت کے ساتھ من ملنے مطالب کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔ آئی زہری تحریروں سے ہزار بار الحذر حجت کہتے ہیں کہ اسلام کی تجدید کی جانبے تو ان کا مشاور اس کے سوا کچھ نہیں ہوتا کہ جو اسلامی تصورات مغربی فکر و تہذیب کے مقبول ہام تصویرات سے مگر اسے ہیں اخیں یا تو شخصیت ان کو مغربی تصویرات کے طبق بنایا جائے یا پھر خارج المیا (آڈٹ آئٹ ڈریٹ) قرار دے کر طاقت پر رکھا جائے اور جب یہ ضروری اور غیر ضروری کا ذکر کرے ہیں تو ان کا مودودی ہمیں ہر فرد پرولیٹ کے طبق حیر روزن کی بخوبی سوسائٹی سرداً اور شرک و تمارک کے آئی جواز شہوانی حرکات کی ملی اباحت اور مغربی تہذیب و تمدن کی اندھا صحت تعلیم کے خلاف شور مچاتے ہیں یہ دل غرض سودی چیزوں کو اہمیت دیتے ہیں۔ یہ بے جان باتیں ہیں۔ اسلام کا ضروری اور نہ نہ جاوید حصہ صرف وہ ہے جسے ہم شاگردان مغرب ایسا قرار دیں اور جو ہماری زندگی کے معمولات و مشاہل میں خارج نہ ہو۔ جو ہماری مغرب زندگی پر اسکلی نہ مٹھائے۔ جو ہم سے یہ پہنچ کر ہماری زندگی کی ایک ایک ساعت خدا کی امانت ہے اور پل پل کا حساب تھیں آخرت میں دینا ہو گا۔

(اپنا یہ ہے کہ اسلام کی تجدید اور ضروری و غیر ضروری کی تشخیص کا حق بھی یہ لوگ اپنے ہی لئے زندگ رکھتے ہیں گویا جن لوگوں نے ملائم اسلامیہ کی تعلیم و تعلم میں عمریں چھپا دی ہیں اور دین کو اسکے اصل مرضیوں سے مستند اساتذہ کے ذریعہ حمال کیا ہے وہ تو ہیں ملا۔ رجحت پسند۔ بے بھر۔ پوالفضول۔ مگر جن لوگوں نے اپنی ساری صلاحیتیں علوم دینیوں کی تھیں جن میں اسلام کوئی مفکریں نہ اپنے تصورات کے ذہراً امیز کر رکھیں اور جن کی زندگی کے تمام مشاہل و مظاہر اسلام سے اخراج کا پلتا پھرتا اشتہار ہیں وہ ہیں، اصلی تھہر و منفر کو جس طرح چاہیں اسلام کی تجدید ہیں اور جسے چاہیں ضروری و غیر ضروری کا الفاظ اخراج کریں مثلاً حقیقت اسی اگر ہمارے اس تجزیت کی صداقت کا ثبوت چاہتا ہے تو وہ مشتہ نہ دل از خوارے اُن مائلی قوانین کو اٹھا کر

مسابقات کی بازی کھیلتے۔ العیاذ بالله اور ختم صفات میں تو ہم آپ کی خوشگانی کو باور کر سکتے ہیں یعنی ہم تسلیم کر سکتے ہیں کہ حضرت عمرؓ محبی صفت و حرمت، سانس اور دوسرے عصری شعبوں میں ترقی کی وجہ وجہ کرتے مسلمانوں کو اخلاقی بن فیون کے ساتھ آجے ٹھھلاتے۔ لیکن ”تہذیب و تمدن“ کے باب میں صرف اتنا ہی کہہ سکتے ہیں کہ آپ نے الوفت اسلام کے مصل مقاصد اور اسلامی حکومت کی روحاں اساس کو لظیہ امناز کی کے تفکر فراہم ہے ہیں ورنہ آپ کو ہم گزیب توقع نہ پہنچی کہ حضرت عمرؓ محبی ہماری طرح مروعہ ہو کر اور اپنے نسبیاً دی تصورات کو تغیر کر مادہ پیروستا نہ تہذیب و تمدن میں اصرار کی وہ سس کو تخلیک دیتے کا کارنا مادہ انجام دیتے تہذیب و تمدن آج جن چیزوں سے عمارت ہے اس سے توزیں و آسان بھی پناہ لائیتے ہیں، العیاذ بالله

## مُنیرِ لوریٹ کی تبلیغ کا ایمان

مانع کلام کی طرف آتے ہوئے ہم میر لوریٹ کے اسر اقبال پر کچھ وہن کرنا چاہتے ہیں جسے دیر برہان نے ڈھانی صفحات پر پھیلادیا ہے۔

اس اقتباس میں میر نے مساجد میں کے معروف اسلوب کی انتدیپلے تصریح اشیان و عبک شاندار کارناویں کی توصیف کی ہے لیکن ان کا یوچے مقصود ہے وہ آگے چل کر ان الفاظ میں ظاہر ہوتا ہے۔

”اسلام کو ایک عالمی نصب العین کی حیثیت سے محفوظ رکھنے اور مسلمانوں کو عالم اور مستقبل کی دنیلیک شہری میں تبدیل کر دینے کی راہ بھروسے کوئی نہیں ہے کہ اسلام کی تجدید حجرات کے ساتھ کی جاتے تک ضروری اور زندگی جاوید حصہ کو غیر ضروری اور بے جان چڑیا سے الگ کر لیا جائے۔“

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دیر برہان نے فاطمہ عقدت میں ”تجدید کا دھی مہموم مجھے لیا ہے جس کے آگے ہر چیز اسلام سر عقدت حکماً ہے اور جس کے حاملین کو ”مجید“ کا لقب دیا جاتا ہے۔ لیکن ہم ختم دیر برہان کو یقین دلانا چاہتے ہیں کہ وہ دھوکا کھالگئے۔ تجدید

عجیب و غریب مفہوم ہے۔ دنیاوی مقاصد کے سلسلے میں تو اپ کا پیر طبق ہے کہ رشوت، غصب، چوری، بردیا تی اور فتنہ و فساد کا خرغا جتنا پڑھلے ہے اتنا ہی اتنا آپ تحریکات کی دفعات کو صحیح اور سخت کرتے چلے جاتے ہیں۔ وہاں آپ میں مفہوم ہے اس کے متعلق چلاتے کہ جھوٹ، چوری، رشوت سنائی اور اسی نور کے دیگر جرمات کے ناپاک ہونے پر تو یہی سے پوری دنیا کا الفاق ہے الگ چرخ دنیا بھر کا الفاق بھی لوگوں کو ان جرمات سے اجتناب پر آمادہ نہ کر سکا تو ہمارے قوانین ہی کیا فائدہ دیں گے۔

کیوں؟ — حالانکہ ہر زب مالک کی جرمات سے متعلق سالانہ پورٹ میں دستاویزی ثبوت ہیں لیکن بات کا کہ ہر نئے سال میں جرمات کا تناسب پہلے سے زیادہ ہی سے کم ہیں ہے۔ تجزیہ میں قوانین یوں کے توں موجود ہیں بلکہ مددیں بحث کی جا رہی ہیں مگر جرمات کا ستد باب نہیں ہوتا۔ تو کیوں آپ قوانین کو منور نہیں کر دیتے؟ کیوں وہی مفہوم ہے اس کا جرمات کا اجراء فضول بنتا ہے؟

دی ہی بات ہوئی جو، یہ رہا۔ نے کہی تھی یعنی مسلمان پہلے سرا یا اسلام بن جائیں اسلامی حکومت آئیتے قائم ہو جائے گی۔ بچارہ اسلام ہی ایسا ہے قیمت ہے کہ دنیا کے اور تمام چھوٹے بڑے مقاصد کے حصول کے لئے منع اور سخت ذرائع اختیار کرنا ادا شمندری قرار پاتے، جرمات کو روکنے کیلئے قوانین بنانا تھجداری ٹھیکرے لیکن نہیں اسلام ہی کے مقاصد کے باتے میں یہ نادر قبیلہ دیا جاتا ہے کہ وہ آپ سے آپ صل ہو جائیں تو قبہا و رہنے یہ ہرگز ممکن نہ ہو گا کہ ان کے حصول کی خاطر بہت قوانین بنائے جائیں اور ان سرگرمیوں کو خلاف قانون قرار دیا جائے جو ان مقاصد کی راہ میں روکا وٹ نہیں ہیں میسر نہیں تھے اور اب تو غالباً دنبر قازیوں ہیں۔ انھوں خوب صلیم ہو گا کہ جیب تراشی سے لیکر قتل نکل تمام گمراہیاں معاشرے میں کس قدر عام ہیں۔ بچر کیوں نہ احتشوائے اپنے کئی فحیطی میں حکومت کو یہ مشورہ دیا کہ جن ارزی را بدی جرمات سے پوری

دیکھ لے جیسیں پاکستانی حکومت نے پاس کر کے تجدید و اجتہاد کی تجویز کی ہے۔ ان قوانین کے خلاف دین چونتے پر تماں ملکوں کے مطام مفہوم ہیں۔ لیکن ان کی نیویا اسلام کے بحاجت اسی معروف مادی طرز تحریک پر تکمیلی ہے جسے مغرب زدہ تحریک دین انتہائی پسدارد ہے۔ اسکے ساتھ اسلام کی نیج کمی اور تحریک کے لئے استعمال کر سے ہیں۔ ان کا نہشاد تجدیدی کے غروں سے یہی پروگرام تھے کہ علماء کو طلاق میں بھاؤ، مفسر، محیث، تجدید اور امام ہیں والیں ہم مفہوم اسلام کا وہ نیا یہودیت دین گے جو حکماری مادہ پر مستانہ زندگی کے ہر آئینہ پر صادر کرنا چاہائے گا۔ اور جب یہ لوگ تجدید کے ساتھ "جرأت" کا لفظ شال کرتے ہیں تو ان کا وہ احمد مقصود ہوتا ہے کہ من مانی تجدید پر علماء مشورہ مجاہدین تو ان کی ملت سنو۔ اخیس مثلاً تکمیر نشانہ تحریک ناواز، اخیس رحمت پسند گروہ غروں کی باڑھے پر رکھ، قرآن و حدیث کے حوالوں پر توجہ دو، آیات کی تفسیر زبان و لغت، سیاق و سیاق اور اجماع سلف سے بالاتر رہ کر کرو۔ یہی ہے نے احمد اسلام کی جرأت مندی کا مفہوم جس کی تھیں کئی قسم سے اخیس مولانا سمیع الدین احمد اکبر آزادی جیسا عالم بھی آج میرزا ہی گیا ہے۔

جس نہیں اس اقتباس کے خاتمے پر فرماتے ہیں،

"ہمارے سیاست داؤں کو کھننا چاہئے کہ الگ خدا کے احکام کو شخص کو مسلمان نہیں بنانے کے لئے مسلمان ہیں رکھ سکتے تو ان کے بنائے ہوئے قوانین ہرگز اس راہ میں کارگر نہیں ہو سکتے۔"

بادی النظر من بڑی دلکش بات ہے، لیکن ذر الہرائی میں اُتمیتے تو معلوم ہو گا کہ اسلام کو معاشرے میں غالب و نافذ کرنے کی وجہ وجہ کوئے اثر بنانے کے لئے جو لمحہ، بلوچ اسند لال کئے جاتے ہیں یہ بھی ابھی میں سے ایک ہے۔ کہا یہ جا رہا ہے کہ جب خدا کے احکام چورہ سو بر سو سے سامنے موجود ہیں اور پھر بھی مسلمانوں کا کردار ان کے طبق نہیں ہے تو اس سے کوئی خاندہ نہ ہو گا کہ آپ مسلمانوں کو سماں مسلمان بنانے کے لئے خدائی احکام کے مطابق کچھ قوانین ناقہ گریں۔

گمزہی کے سوا کوئی نام نہیں دے سکتی۔

اس سے ہمیں انکار نہیں ہے کہ علماء میں بھی پتھار خامیاں ہیں۔ ان پر غیر ضروری بحثوں میں پڑنے اور یہ الفضولی اختصار کرنے کا الزام ہر جگہ حد تک درست ہے۔ ان کا ذہنی قوم بھگوا ہوا ہے۔ ان کی نفسانیت ایک تلحیح حقیقت ہے۔ ان سے لکھنے ہی ایسے ہیں جن کے حل میں پھر بھروسہ دینے چاہئیں اور انگلوں پر جھپٹا اچڑھادیا جائے تو بہت سیدھا ہو گا۔ بعض تو اس قابل ہیں کہ ان کو داہر پر لٹکا جائیا جیسی نافذ کرنا بقایا جائے۔ لیکن مسلم علماء اس بددھ برسے نہیں ہیں۔ ان کی استثناء بھی ہے اور ہم ایکی مولانا مودودی ہی کو نہیں متعدد اور علماء کو اس حد تک فرقہ اور صاف بھگتی میں کان کے بالیے میں بدریہ بہان کا طعنہ جھپٹا اور فتنہ پوچھنے کو گوارا نہیں مانا جائے۔ اس کے علاوہ ہم ڈنکے کی چڑھتی میں کہ علماء کیسے بھی ہوں ان کے احتساب، تعریف ایغن اور داروگیر کا حق اسلام کو ہے، کھروزندقہ کو نہیں۔ اسلام کا دوڑہ ہماری ہماری ہماری بھی ادھیر ہے تو یہ اس کا حق ہے۔ الشیکر دین کو برپا کرنے کیلئے ہماری نصانیوں کا علاج داروں اور سلاسل و فنون سے کیا جائے تو یعنی اصلاح ہے۔ اسلام کی فاطر ہمارے ایک ایک خفقوں کو کاٹ کر پیسیں دو۔ ہم پر مددہ فاروقی بر ساویہ عدل کے ہمین مطابق ہو گا۔

لیکن یہ ہرگز قابل بداشت نہیں ہے۔ ملکا کہ مولویوں کے خلاف جلادی کا کارنامہ ہے لوگ انجام رہ جن کا اپنا اسلام کفر و نفاق سے مکمل بھوتکر چکا ہے۔ ان باطل نظریات کے کوڑے مولویوں پر سما کو ارائیں کیا جا سکتا جن کا خیر غلطیت سے اٹھایا گا۔ مولوی ہزار بائیوں کے باوجود امنستکبرین اور جہاں سے بہتر ہیں جن کے تمام فکر و نظر تمام علم و فہم اور تمام اسناد دینا غافی نظریات کی خدمت اور اسلامی اقدار کی جو دلیں کامنے میں لگی ہوئی ہیں۔

بھروسہ ہمارا تلحیح ہو گا۔ یہ تلحیح مولانا مودودی یا کسی اور کی جزوی طرف داری کا ثرہ نہیں ہے بلکہ ہم فتح مریم برہان کے حق مگنا حقی کی جسارت کر سکتے ہیں بلکہ الحجی کا لعلت درصل اُس دین کی محبت سے ہے جو اپنیوں اور غیروں کے ہاتھوں زخم پر زخم کھاتا

دنیا کی رائے عام اور تمام نہایت کی تلقین قبولی ملی جو لوگوں کو باز نہ رکھ سکی ان کو روکنے کے لئے قائنات اور قائن کے ذریعہ عالم سے خوش کوداری کی وقوع کرنا بحث ہے۔ اگر یہ پیشہ ورد ہے تو ہم کچھ لیتے کہ اسلام کے بائے میں بھی یہی مشہورہ دیتے ہوئے ہے مغلص ہیں لیکن ایکجا اسلام ہی کے بارے میں یہ صحبت کرنا کہ جب خدا کے احکام ہی مسلمانوں کو سمجھا مسلمان نہیں اسکے تو اس مقصود کی لئے قائم نافذ کرنا بقایہ ہو گا انصاف و دیانت کی ترالی قسم ہے۔

اور ہم عرض کریں گے کہ خدا کی احکام کے ہوتے ہیتے بھی بھی مسلمانوں پر اخلاقی خامیاں اور اسلام فراموش کر گیاں زیادہ تر اسی کوہہ گی عنایات کا تمہرہ ہے جس نے معاف شرے کو اسلامی مسلمانوں میں ڈھان لئے عوض غیر اسلامی مسلمانوں میں ڈھالا۔ آپ ایک طرفہ مردوں کی محلہ طازندگی کو نشوونما دیں، دوسری طرف ہوس کوائلیز کرنے والے عوامل کی ہمت افزائی کریں، تیسرا طرف مقاصد دعا ائمہ کی خالص ماہدہ پوستہ نہ مفادا دات دل ناند کے حمور بر گردش دیتے گی ذہنیت عالم کرنے جلے جائیں اور یہ ترا عالم گریوں کو جو کچھ ہے یہی نیا نیا ہے جسے اڑا لیختے اڑائے جائیں۔ تو اس سے چوہہ سب کی اخلاقی بھاگا پیدا ہو گا اس کی ذہنہ داری خدا کی احکام پر ہو جائے گی آپ پر جائیے گی۔ آپ اس وقت کہنے لگیں کہ خدا جب خدا کی احکام ہی لوگوں کو بدکوداری کا خاتمہ کرنے کی سعی آئیں تو قانون سکو رویکیوں کریں تو یہ فی الواقع کوئی معقول استدلال نہ ہو گا بلکہ اسے ہبٹ دھرمی دھاندی اور عقل دشمنی کہیں گے۔ آپ نفس کے شیطان کو مسلسل حیات بخش غاریبی کی جائیں اور الام سار ارکھوں مولوی ملاد پر۔ آپ ہر برا لی کی پشت پناہی کئے جائیں اور طعنددیں ملا کی بحث بایوں کو۔ آپ تیکھے ہوئے ہیوں شاہد مغرب کی ارادوں پر اور ملا کی رجعت پس کر کر گستاخیوں پر جائے کی تلقین کریں۔ یہ فنکاری ہر بہان کی داشت میں لاتی ہیں ہر بہانی تو ہماری حیاد و غفل تو اسے پر سے سر سے کی منافقت اور

اسلامی ہی قائم کرنے کو تھیں کھڑا ہوا، صرف سور و قمار کی مندش  
ہی اس کا مقصود نہیں بلکہ پورے کا بارہ دین اور اس کے  
مطلوب ہر شعیہ زندگی میں اصلاح و تطہیر اس کو فہمی العین ہے۔  
جس وقت جو شعیہ زندگی میں جس درجے کی اصلاح اس سکبیں میں  
ہوگی اس سے گیریز نہیں کریے گا اور جن خرابیوں کا انسداد  
تھا الحال اس سے کبھی نہیں ہو گا ان کے لئے وہ حزیرہ قوت اور  
درسائل ضرراہم کرنے کی تگ وڈو کرتا ہے گا۔

ایسا غور کیجئے کہ مارشل لاچانگ جماعتی بیانے کی سماں  
جدوجہد کا دروزہ بند کر دیتا ہے تو براہ راست سیاسی نوع  
کی ایشیں قوود خود میں سے باہر ہو جاتی ہیں۔ بس سے زیادہ  
کی نکیفت تو اللہ تعالیٰ نے ہی انسانوں کو نہیں دی۔ لامیکفت  
اللہ نفساً الا و سقفاً۔ اس وقت الگرولا نامورودی پہلی  
جیسو سیاسی نوع کی جدوجہد سے کفار کو نظر آتے ہیں تو یہ ایسا ہی  
ہے جیسے کسی مسلمان کے پاس سفریج کے درائل نہ ہوں تو وہ صبرہ  
سکوت کے ماتھا اُس وقت کا انتظار کرو جب اللہ تعالیٰ ان  
دمائیں کا انتظام فراہمے۔ اس کے صبر و صلت پر ٹھٹھے کتنا اور  
اس کے جذبہ و خست پر طنز کے تیر بر سما کسی ہو شمند کے نزدیک  
لہاں ہیں ہو سکتا۔ یہی پوزش مارشل لا کے دوران مولانا مورودی  
کی رہی ہے۔ لیکن یادوں ایک دن کے لئے بھی اپنے نصیحتیں  
”اقامتِ دین“ سے فاصل ہوئے؟ کاش مدیر برہان اس کی  
تفہیم فرمائیتے۔ پاکستان کے معاون جریدے سے گواہ ہیں کہ مارشل لا

کے دوران بھی مولانا مورودی نے اقامتِ دین کی وہ ساری  
سرگرمیاں جاری رکھی ہیں جن کی ایضی استطاعت مخفی انھوں  
نے مساجد میں باقاعدگی کے ساتھ قرآن اور حدیث کا تعلق دوسرا  
دیا۔ وہ برابر اپنی تفسیر القرآن لکھتے ہے، انھوں نے اسلام اور شمر  
نظریات کے دردار مغربی فلکی کے چیلٹے ہرگز مغاظتوں کو توبید  
تشفید کا کام بلا انتظام خواری رکھا۔ تو کیا سب اقامتِ دین  
بھی کو جدوجہد کے اجراء نہیں ہیں۔ کیا آٹا گزندھنے والے اور  
چوڑھا جانے والے کے بالے میں یہ طعنہ درست ہو گا کہ وہ  
روزی ٹپکانے کے ارشے سے دستبردار اور ہمڑی چڑھانے  
کی کوشش سے دامن کھٹ ہو گیا؟۔ ہر معزص کو علم ہی اچھائی

چلا جا رہا ہے۔ کچھے کا کوئی نہیں، الاستہ یا تاد المتمحصم خانے کی  
نگہبانی کا راستہ اختیار کرنا نظر آئے تو غلامان حرم کا طلب اٹھتا  
غیر قدری نہیں ہو سکتا۔ مان لیا کہ قدرتی سے ادائی دینی کا غلبہ و  
اقرار اس وقت طاغوت ہی کے لامھوں میں ہے اور اسلام  
سیادت و قیادت کی بازی ہار چکا۔ اسلام صید ہے اور ہائل  
صیاد۔ اسلام شیم رسیر ہے اور گفرود نعم کے درجنوں والدین  
ہیں۔ مگر یہ معملاً اندرونی ریاست کے میدان میں تکستِ تسلیم نہیں کو  
تیار نہیں ہیں۔ ہمارا آج بھی یہی قین سہکرا اسلام ہر غیر اسلام سے  
برتر ہے۔ اس کی بیکتائی، توفیقت اور بلندی میں کوئی کمی  
نہیں آتی۔

## مولانا مورودی کی پوچش

جاگرہ پر اپنا صرف اُس طبقے کا جواہر ہم تدریس  
تفصیل سے دینا چاہتے ہیں جو مدیر برہان نے دوسرے ادارے سے  
میں مولانا مورودی پر ان الفاظ میں کہا تھا۔

”اس جماعت کا یا تو اور صدر پر اسلام کا سب سے بڑا  
نازی اور خاہی ہے اپنے ملک میں بانپے اور اپنی جماعت  
کے بنیادی تہہی حقوق حاصل کرنے کے لئے جدوجہد  
کرنے کے بجائے بخود چانس کے لوگوں کو دعوت اسلام  
دینے میں وقت لگاتا ہو رہا ہے۔“

مدیر برہان کے ذہن میں اس وقت چونکہ مادیت کا غلبہ  
ہے اس لئے انھوں نے یہ طبع و معروف حقیقت نظر انداز کر دی  
کہ مولانا مورودی اقامتِ دین کے داخلی ہیں نہ کہ صرف حکومت  
پر تھہر کرنا اور سیاسی قلبہ مل کرنا ان کا واحد تقدیر ہے۔ اقامتِ  
دین ایک دین و ہمہ گیر اصطلاح ہے جس طرح لفظ ”مسلمان“ بولنے  
کے بعد یہ فرض ہو جو بھیں آجاتا ہے کہ جس کے لئے یہ لفظ بولا گی ہے  
وہ خداز کو بھی اسی طرح فرض کھٹا ہو گا جس طرح روزے اور رنگو  
کو۔ اس کا آج بھی مسلمانوں بھیسا ہو گا۔ وہ خدا کو رسول اور صحابہ  
کو خیر الامم بھی مانتا ہو گا وغیرہ ذکر۔

لیکن اسی طرح جب ایک شخص اقامتِ دین کے لئے کھڑا  
ہوتا ہے تو اپس کے آپسے بات طے ہو جاتی ہے کہ وہ صرف حکومت

قبل وہ ارض القرآن کے مشاہدے کا فرع الشان مقصودیکر تشریف لے گئے تھے۔ آخر یک قسم کا طرز فکر ہے جو ان اسفار کو ہدف ملامت بنانے کی ہمہت کر رہا ہے۔ قلم کی نوک پر پھرے نہیں لیکن قلم کو حرکت دیتے وقت بالکل یہ ایک سُرخ تو شہر ہے جانا چاہتے۔ حجاز تو مولا نامودودی کی طرح ہے تو نہ کے مولانا ابوالحسن علی نبیؐ بھی تشریف لے گئے تھے لیکن پر ہمی طعن کشان چاہتے گے کہ اپنے وطن میں اسلام دین سرگرمیوں کے خلاف جذبہ ہدایہ کرنے کے بجائے وہ بندوں حجاز میں وقت لگادی کرتے پھر ہمہرہ اور خیر سے خود میر برہان بھی اُس وقت شاید کہتا ہے میں ہو گئے جب یہ سطور پھپ کر قارئین شکنند ہمیں کی۔ انھیں کسی عربی اصطلاح سے حقوق معاوضہ پرچاہ ماہ کے لئے لکھ دیتے کہ لئے بلایا ہے کیا موصوف پسند کریں گے کہ ان کا ہی طعن انھی کی طرف لٹایا جائے؟ اگر وہ خود کریں تو ایک معاند اس طعن کو خود ان کے حق میں دو آتش بھی بناسکا ہے۔ یعنی وہ کہہ سکتا ہے کہ جس وقت دلن عزیز میں مسلمانوں کو ہر رُخ پر سایا جا رہا تھا اور ان کے پھون کو کافر ماز لھا بکی تعلیم دی جا رہی تھی اس وقت مولانا اکبر آبادی مسلمانوں کو شیعہ حبوب کر کہتا ہے لئے کیونکہ اس کا انھیں معقول معاوضہ پیش کیا گیا تھا۔ جب کہ مولا نامودودی اور مولانا ناندی کو اخراج اس فرقے علاوہ ایک دھیلہ بھی بطور معاوضہ نہیں پیا گی۔

یہاں بخدا احمد ان میں سے نہیں جو ایسے طنز و طعن کو پسند کریں، لیکن میر برہان کو انصاف کرنا چاہتے کہ جب وہ بیٹھ جھائے طنز و طعن کے دفتر گھولیں گے تو مولا نامودودی یا دیگر علماء سے خفیدت رکھنے والے کسی اور شخص سے تو نہیں کہہ گئے بھوٹوں پر گھن جڑھا کر بیٹھ جائیں گے اور کوئی پھر میر برہان کے شیش محل سے نہیں گرفتہ گا۔ وغود بالله من غود بالفسا۔

پاکستانی حضرات مکتبہ تحریکی کی مشترکہ کتابیں اس پتے سے طلب کریں۔ ہو سکتا ہے کہ مل ہی جائیں مکتبہ عثمانیہ سیر کالونی میڈیا بازار۔ کراچی

کہ مولا نامودودی کا سمجھ میں درس قرآن و حدیث تجوہ کے ساتھ نہیں تھا وہ پیغمبر و رواعیتیں۔ ان کے پیشاعل تو نہ لعنت ان کے نسبت العین، اقامت وین ہی کا حجت ہے اور ہیں۔ اسلامی حکومت تمام کرنے کیلئے اس سے طریقہ کرد جدوجہد اور کیا ہی کریں کہ جب مارشل لاکی تلو اسری پر لشکاری جاتے اور آدمی عام قوم کی سیاسی ہرگامہ آرائی سے عزیز انسان اور عذالت بری الزمہ ہے جائے تو وہ لوگوں کو اس قرآن و حدیث کی طرف منعطہ کرنے میں لگا رہے جس کے سرچشمہ صافی سے اقامۃ دین اور فلکیہ حق کے جزویں کو عالمی تھے۔ محض ملائمہ ملکہ درس و تدریس کی تحفہ جانا اور بات ہے، مشاہرہ کے عوام اسلامیات پر لکھ دیا اور نہیں، ان راستے لکھ و خط دینا روشن حامی ہے لیکن بلا کسی دینیادی اجر کے درس و دعویٰ کا لازم کہ نا صرف انھی لوگوں کا شیوه ہر سکا ہے جو اپنے نجات دینگی کو ہر آئینہ خدمت دین و ملت ہی میں کھیادیا مقصود زندگی فرار سے چکے ہیں۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ تاخیمیں مکہ ایسے مرحلوں سے بھی گزرے تھے جب تکلم و تشدید کے حوالے میں صبر ہی ان کا شیوه تھا۔ پھر ایسے مراحل سے بھی گزرے کہ ظاہر دب کر صلح کی اور تقدیر ایسے مراحل میں بھی گزرے کہ ایسے کا چواب کا چواب پھر سیدیا۔ یہ سب مراحل اقامۃ درس ہی کے تو تھے۔ مارشل لاکی دو دیں مولانا نامودودی کا خود کشی نہ کرنا اگر زہری طنز کا حق ہے تو سوچیے فتح مکہ سے قبل سے مراحل میں صحابہ اور خاکم بدہن گستاخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتنی آسانی سے ہو رہا تھا جو اسکیں کے۔

آپ مولا نامودودی کے سفر بھی وحجا زکر و قت لگداری کا نام دیتے ہیں اور اس طرح اس کا دلکش کرنے ہیں گویا مولانا موصوف پاکستان کی مارشل لاکی فضا سے ہجرا کر آپ سے آپ چھاڑیں جائیں تھے۔ حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ وہ حکومت حجاز کی دعوت پر گئے تھے اور یہ دعوت اس لئے دی گئی تھی کہ ایک عظیم انسان اسلامی یونیورسٹی قائم کرنے کے سلسلے میں ان سے شورہ لیا جائے۔ دوسرا مرتبہ دعوت ایک اسلامی کالج نس کی تقریب میں دی گئی تھی۔ ان دو لیں دعوتوں سے

# کمپیونز م کے خدوخال

بعض منتخب مقاولوں، انسانوں اور منظومات کا جمیع۔ جنہیں

**ازادی کا ادب** تیک تحریری مقاصد کے تحت چھا پا گیا ہے۔ عالمِ سیاست روپے۔

**ورگٹ** ایک بجید تحریر اور حیرت انگریز پر بنی جس سے روس کے ہجری جنت کے خالماز نظر کا بھیانک منظر سامنے آتا ہے۔ ڈیڑھ روپیہ۔

**ازادی کی طرف** ایک جسم سے روپی افسوس کی خود تو یہ جو در پھرپٹ لیکن عبرت ناک کتاب روپیہ کے حقیقی حالات سے متفاہف کرتی ہے۔ اسے پڑھنے کے بعد آپ کمپیونز کے حسین نعروں اور صنواعی دعووں سے کبھی دھوکا نہیں لکھا۔

**پتھر کے دلوں** جدید آپ بیتیاں۔ دھچپ، سہن، نہیں کے متعار و گوشہ روشنی میں آتے ہیں۔ ایک روپیہ۔

**سوہنہ روپیہ کی حقیقت** قاہر۔ روپیہ کے سیاسی اور سماجی اوضاع پر کیا تصور۔ عبرت ناک کا دل تحریر خیز۔ دھصوں میں ملک دورو ہے۔

**لینن** انقلاب روپیہ کے باقی بین کی مستند سوالو خر لینن بے لائگ اور غیر جانت بارانہ۔ ایک روپیہ۔

**ادب میں ترقی اپنے** اکیویونز ادب فناافت کی اڑیں کیا کھیل تھیں اس کا مستند جواب۔ یہ کتاب اپنی اہمیت کی تھیں ہے۔ اس کا مستند ترقی یا فتنہ زنانوں میں تحریر ہو چکی ہے۔ قیمت اردو یونیورسی

چین کے قارق مسلمانوں کی داستان عثمان بطور ہجرت، اشتراکیت کے پناہ چڑھنے کے سایہ ظلمت میں مسلمانوں پر کیا گذری اور کیا گذر رہی ہے ایک کہانی ایک تائیخ ایک قیمتی دستاویز۔ سوار روپیہ۔

**چین کے مسلمان** زمین تکلیفی یا آسان کھا گیا؟ کمپیونز کی آدمخواری کا دستاویزی تذکرہ۔ صرف چارتے۔ اشتراکی ممالک اپنے دھنے کے سرخ چین سے فرار مطابق جنت میں ہیں، مگر ایسی جنت جہاں میروں نہ تازیا نہیں، قلادوں اور شعلوں کے سوا کچھ نہیں۔ خوشی یہ جنت جس سے بھل گئے کے لئے لوگ اپنا جان و مال سب کچھ داؤ پر لگا دیتے ہیں۔ خیر آپ یہ کتاب پڑھیں۔ ڈیڑھ روپیہ۔

**ڈرائیکٹر ہمارا** اور یا انگلی بہتر ہا کلبے خدا شاہزادہ پشت پر اٹھنے جانوروں کی طرح جی جا رہا ہے ہر آن ان میں سے کتنے ہیں بالصیب تھاں کر گئے ہیں اور دم توڑ دیتے ہیں۔ یہ چین ہے۔ یہ راستیاں کا ایک سیمع و سیپیں جیسا کہ۔ پڑھئے یہ حقیقت ازوہ کہا فاضر تر پڑھئے۔ صرف ایک و پر کمپیونز کو ایشیائی نقطہ نظر سے جو بیٹھا دستاویزی جوانوں سے ہوتا ہے۔ ڈھانی روپیہ۔

**سوہنہ نظام کی چکنچیاں** چیلنج عقلی و نفسی سمجھیہ اور معیاری کتاب ہو دھچپ بھی ہے اور حقیقت ازوہ بھی صفات ۳۲۷ قیمت صرف ایک روپیہ۔

## انوار الباری ارشاد صحیح البخاری

بخاری کی ایک عظیم اردو شرح کا سلسلہ الذهب - اعلیٰ درج کی تحقیق، تعمیم الشروح - علامہ انور شاہ صاحب محدث کے افادات سے مالمال - ابھی صرف مقدمے کی دو جلدیں شائع ہوئی ہیں لیکن یعنی اپنی بدلہ تینی معلومات اور لاجواب مراودے پر بریز ہیں۔ پھر ہر عضو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اضاف کے لئے یہ مقدمہ ایک عجیب اور نادر تخفہ ہے۔ دوسرے جلدیں کی تھیں۔ آٹھ روپے (محلہ دس روپے)

محدث شیر علامہ ابن جوزی (ع) کی کتاب الاذکیہ کا سلیمان ترجمہ۔ اس کتاب میں ذہانت فراست، مراجح، بذلہ تینی اور حکمت پر مشتمل و تکمیل طالف بیان کئے گئے ہیں۔

اسکے مؤلف امام ابن جوزی (ع) ایک ایسی عظیم شخصیت کو کمال

تھے جوکہ ہاتھ پر میں ہزار ہبہ دیوں اور انصار بیویوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ مجلہ پانچ روپے لکھتے ہیں دیوبند روپے

## آپ غلطی کر رہے ہیں!

یہت سوچئے کہ خداونکو استحبک آنکھوں پر کسی مرض کا عملہ ہو جائے گا میانی مکرور ہونے لگے گی اُمرت

ڈری نجف استعمال کریں گے۔

دوراندشی اور داشمندی کی بات یہ ہے کہ ابھی سے ڈری نجف کے استعمال کے مقول بنائیے تاکہ مکنہ امراض کیلئے آپکی میانی کے خزانے میں بیش از بیش توت م Rafعت جمع ہوئی جائے اور داعلی یا خارجی اثرات اگر بھی آنکھوں پر حملہ اور ہوں تو جمع شدہ توت، داغت اخیس پنجھ دھکلے گے۔

ایک جاتا ہے جو قدیمی سرمه۔ جسے ہزاروں آدمی روزانہ استعمال کرتے ہیں۔

## در رجف د

آنکھوں کی قدر  
ایسی سے کچھ

تاکہ سبھلے پتک میانی فائم

رہے



## دار الفرض رحمان دیوبند

بازار میں عام خود پر ملنے والی سلائیں عوام  
مزدوسان ثابت ہوتی ہیں۔ لہذا جستی کیا جائی  
سلائی بھی ہر دو آنکھوں پر طلب فرمائیے۔

بین شیشیاں کی تاحد طلب کرنے والوں کو مخصوص داک معاف

مستقل عنوانعام عثمانی

# تفہیم الحیث

## حسن اخلاق

(۲)

عن ابی ہریونہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال:- اما بعثت  
لامتحم صالحی الا خلاق را خارجہ البخاری فی الادب المفرد دا حمددا الحاکم  
نزحہ ما:- ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، میں اس نے  
بووث کیا گیا ہوں کہ پاکیزہ و محور اخلاق کی تکمیل کروں۔

**تفہیم:-**

کو کہتے ہیں۔ اللہ نے جو مدحیب بھی جس وقت نازل کیا اس کا  
اصطلاحی نام چاہے نصراحت دکھل لیا گی ہو یا یہودیت لیکن  
اللہ کا امطا بریجی تھا کہ اللہ کے ہندے خود کو مرغیات ہی  
کے نالع بنادیں اور اس احتراف کو اختیار کریں جو اللہ کو  
پسند ہے۔  
لیکن اصطلاحاً اسلام صرف اسی دین کا نام ہے جو  
آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے دنیا کو ملا اور  
یہ چونکہ ہر اعتبار سے تکمیل، ابتدی اور تکمیل تھا اس لئے اسی  
پچھلے تاہبی کے حواسی اخلاق کو بھی سمجھ دیا گیا اور جن تکمیل  
اضافوں کی ضرورت تھی ان سے مرتکب کر دیا گیا۔ اسی نئی نئی  
اعلان بھی فرمایا گیا

الْيَوْمُ أَكْمَلْتُ لِكُلِّ شَيْءٍ  
وَشَكَرْتُهُمْ أَكْمَلَتُ عَلَيْهِمْ  
لِيَكُلُّ كُلُّ دُنْيَا اُورِدَتْ لِكُلِّ  
نَعْمَانٍ وَرَضِيَتْ لِكُلُّ إِرْشَادٍ  
اَكْمَلْ فَرْمَادِيَا اُورِدَمْسَبَاتِ پُر-

جیسا کہ اس باب کی تمهید سے واضح ہو چکا ہر یہ  
بھی تصریح گرتی ہے کہ اسلام میں "احتراف" کا مفہوم  
اس مفہوم سے زیادہ وسیع ہے جس کے لئے یہ فقط عام طور پر  
مستعمل ہے۔ اللہ کے رسول نے جن اعمال و عقائد کی تلقین کی  
اور جن سے روکا چاہے وہ اصطلاحی جمادات کے دائرہ کے  
ہوں چاہے سیاست و اقتصاد و پرستش و تجارت کے  
ان کا تعلق احتراف ہی سے ہے۔

اتمام کسی ایسی شے کی تکمیل کو کہتے ہیں جو پہلے  
باکمل شکل میں موجود ہو۔ معلوم ہے کہ تمام ہی آسمانی نیزیب  
پاکیزہ اخلاق کی تعلیمات پڑھتی رہے ہیں۔ لیکن دو چوکار قافقی  
اور دو گنہ نہیں تھے اس لئے ان کے نظام اخلاق کو بھی اللہ  
تعالیٰ نے اس درجہ کمال کو نہیں پہنچا یا متعاجلنا کسی آننا قی  
و ابتدی نیزہ کے نظام اخلاق کو ہوتا چاہئے۔ اصل ایہ تمام  
نہ ایہ بھی اسلام ہی تھے۔ اسلام پروردگی اور سیم و انتیاد

فرمودہ چھپی کتابوں کے برعکاف اس کی حفاظت فٹگہداشت  
کا بھی وعده رہا تھا۔ مگر یہ رسول طوبی عوصتنک آخری  
مکمل تین دین کی تبلیغ و ترویج ہیں یہی اسوہ و کفرا را الیسی  
سیاست و تہذیب، الیک امانت قیادت کامنطا ہو کرنا ہر  
جس کی کوئی نظر تاریخ عالم میں موجود نہیں۔

اب الکچہ لوگ اس آخری کامل تین دین کو اختیار  
کرنے سے گزر کرستے ہوئے چھپے کسی دین سے لپٹے رہتے ہیں  
تو اس کا مطلب اس کے سوا کہا نہ تا ہے کہ ان کی دلخت ہیں  
خالق و مالک کا ذکر کرہے فعل عیت ہی رہا۔ خالق تو کہہ کر مکمل ہر  
لائق پذیرائی شے میں اپنے ہیں دیتا ہوں لیکن تم کہیں نہیں ہٹا  
آپ کا یہ شے اور ہماری ناقص شے یکساں ہی ہے۔ ہمارا قلعہ  
بہر حال آپ کی خوشودی ہے اس لئے آپ پر لازم ہے کہ  
جس دین کو بھی ہم اختیار کریں اسے ہنسی قدر قیمت دیں جو  
اسلام کو دے رہے ہیں! — العیاذ باللہ۔

حدیث یا ب یہ نکتہ بھی ایجاد کی ہے کہ کچھا کوئی بھی دین  
صرف اسی لئے لائق پذیر نہیں ہے کہ اس کی کتابوں میں رو دو  
پول کر دیا گیا ہے اور وہ اپنی اصلی شکل میں موجود نہیں رہا ہے  
 بلکہ اس لئے بھی لائق پر ہم سیزہ ہے کہ وہ اسلام کے مقابلہ میں  
ناتام ہے۔ اگر بخیل دلوریت جوں کی توں موجود نہیں اور قرآن  
کی طرح ان کا بھی کوئی مشو شہ نہ بدلنا ہاتا ہے کبھی تزویل متران  
اور بیشتر محدودی کے بعد اسلام ہی کو اختیار کرنا امر لازم ہوتا  
ہے اس کی حقیقت اس سے زیادہ کچھی ہیں ہے کہ خالق و مالک جس  
عقیدہ دعل کو پسند کرے اسے اختیار کرلو۔ اور جسے ناپسند  
کرے اس سے دور بھاؤ۔ ابھیں، دلوریت اور زیورا پنچے اپنے  
زیاروں میں محسن ایک ذریعہ بھی ہیں یہ جانتے کہ کسی فرد یا قوم  
کے لیے الشرعاً کی ارضیات کیا ہیں۔ بعد میں مسٹران نازل  
ہوا تیر بھی اس طرح ایک ذریعہ ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کی ذات اور تعلیمات خدا کی پسندیدنا پسندیدن کے کتاب  
ذریعہ ہیں۔ جب هر کسی دلکرم اتفاقاً میں نکار و نصراء کے ساتھ

دینیت .....  
..... (مائدہ) .....  
اوفرسرا یا گلیا  
اٹ ایلہیت عرش اللہ ..... دین اللہ کے نزدیک اسلام  
اللہ سلام ..... (آل عمران) ہی ہے۔

اوفرسرا یا گلیا  
اعظیت دین اللہ یعنیون ..... تو کیا لوگ اللہ کے دین کے علاوہ  
ذکرہ اسلومنش فی ..... کوئی دین دعویٰ نہ تھے ہیں حالانکہ  
اللہ عزت ..... دا الکارض طوغا ..... اسلام اختیار کئے ہوئے ہے  
دکھراها ..... اینیس ..... (اطاعت و فراسنبرداری) ہر دہ  
یوجھون ..... شے جو سماں نوں اور زمین میں  
+ + + + ..... ہے، خوشی سے یا با ول نا خوشی  
+ + + + ..... اور اللہ کی طرف بُشنا ہے

اوفرسرا یا گلیا  
ذمن یکتھ غیر اللہ ..... اور کوئی شخص سوائے اسلام کے  
دین کا نیقین ..... کسی دین کو پسند کرے تو اللہ کی  
+ + + + ..... بارگاہ میں وہ ہرگز مقبول نہ ہوگا  
ان آیات کا بربط دیجے تو حسن اخلاق کے باب سے  
کچھ زیادہ نایا نہ ہیں ہے۔ لیکن ایک ایسے زمان میں جب کہ  
اسلام کی بحکایت اور ناگری حیثیت کو ختم کرنے کے لیے قاپبر  
فریب پر پیگڑا ہے جیسا کہ سورہ کیا جارہا ہو کہ سمجھی نہ رہے  
حق ہیں کیونکہ سمجھی کا مقصود خالق کی عبارت اور قلب روح  
کا ترکیب ہے — تو یہ بات ضروری ہے کہ ان آیات کو  
ہم اکثر بدشیرہ برلنے رہیں اور تمام دنیوں کی یکساں حیثیت  
کے لغو و باطل پر پیگڈے سے ہمیں علی وجہ العصیرت بیزاری  
تاثم رہے۔

ذرا سوچئے تو ایک مدد و منتشر حجز کو دیکھ ترا وہ بوط  
مکمل کرنے کی خاطر اللہ تعالیٰ ایک رسول عوصتنک کے کتاب  
کتاب نازل کرتا ہے اور احتمام کی انتہا یہ ہے کہ اپنی نازل

امکان سے خارج کرتا ہے۔

جو اب یہ ہے کہ اول تو بعض خوں میں ایک یا اندھی اجزاہ کے ضرر سال خواص کو مخلوب کر کے مفید خواص کی کار فرائی کا حجۃ یہ ہم پہچاتے ہیں۔ آپ کی حکیم ذکر سے مل کر حقیقت کریں۔ لئے ہی نئے ایسے تخلیں کے جو بعض جملک اسرار میں مفید ہیں لیکن ان کی یہ پوزیشن نہیں ٹوکری کر ایں گے اگرنا قصر حیثیت میں استعمال کر دیا جائے تو تھوڑا ابہت فائدہ پھر بھی حاصل ہے۔ اس کے بخلاف بعض خوں میں صرف ایک یادو دو ایسی ہی ایسی ہوتی ہیں کہ اگر انھیں نئے سے خارج کر دیا جائے تو نئے کامزیخ ہی تبدل ہو جائے اور فائدے کی بجائے وہ ضرر سال تابت ہو۔

سانسی تحقیقات نے یہ حقیقت میں وثوق کیسا تھا و اس کو روی ہے کہ کسی فارمولے کا حجۃ ادا خرا اس کی محل تخلی میں ہوتا ہے اس کا خاتمہ فارمولے کے صرف ایک ارفی سے جو کو کم کر دینے پر بھی ہو سکتا ہے بلکہ بعض فارمولے ایسے ہیں جن کے متعدد اجزاء دھن اصر میں مطلوبہ متائج حاصل کرنے کا دار کسی ایک یادو اجزاہ پر ٹوکرتا ہے۔ اگر وہ اجزاء ن شامل کئے جائیں تو متائج با محل ایسے بھی تخلی مکتے ہیں اور تریاق زبردھی بن سکتے ہے۔

دو سکر پھل تمام آسمانی کتابوں میں تبلیغیں ہو چکی ہیں۔ یقین میں اسحت مشکل ہے کہ ان کا کون سا سخت آسمانی ہے اور کوئی ساختی پتہ زدہ۔ اس صورت میں حصے یہی اطمینان حوال ہے کہ اس تمام حجوم علی کوہم دین خیال کر دے ہیں وہ فی الاصل ایسا ہے بھی کہ اس کے احمد اکو دینی اجزاہ کہا جاسکے۔ نئے کی دس داؤں میں سے دو کو کہا تھا آٹھ کا سچر بنایا گئے تو اسے ناقص کہیں گے۔ لیکن اگر باقی آٹھ کے بارے میں بھی یہ یقین کرنے کی کوئی وجہ نہ ہو کریں اصل

بتادیا گیا کہ اب اللہ کے تزویہ کے اسلام ہی کو قبول کرنا بندوں کا فرض ہے اور اسلام کے سوا کسی دین کو قبول کر دے گے تو اللہ تعالیٰ ہرگز راضی نہیں ہوں گے۔ پھر اس سے پڑھ کر بیہودہ اور نامعقول بات کیا ہو سکتی ہے کہ کسی اور دین کو اختیار کرنا بھی اتنا ہی درست سمجھا جائے جوتنا اسلام کو اختیار کرنا۔ یہ تو اپنا ہی ہے کہ حاکم وقت کے تازہ احکام کو تو آپ تنہیں اور وہ یہ لگائے جائیں کہ پھر پس منظر نہ تو اینہیں ہیں پسند ہیں۔ حاکم کے کہ ہرگز نہیں۔ تازہ تو اینہیں ہی تھیں قبول کرنے ہوں گے درہ ہم تھیں باقی اور سرکش قرار دیں گے۔ آپ نہیں کہ نہیں صاحب تازہ تو اینہیں کو زندگی اور پچھلے ہی تو اینہیں کو سینے سے لے لکھنے پر بھی آپ ضرور ہم سے خوش ہوں گے۔ آپ ضرور ہمیں انعام دیں گے۔ آپ کے حکم سے سرتاہی کسی کے بھی ہم افذا ہی کہلا دیں گے۔ بغاوت و سرکشی کا الزام ہم پر عائد ہتھیں ہو گا۔

اگر یہ مخفی خیز موقف کسی کا ذہن قبول کر سکتا ہے تو شوق سے وہ ہر دین کو باعث تھا ہے۔ لیکن اگر اس کو قبول کرنا بغیر دھاندنی اور سے غسل کے مکن نہیں ہے تو پھر تھا وہ ہی دین واجب القبول رہ جاتا ہے جس کی بیکانی کا حجۃ بیان مذکورہ آیت میں ہوا ہے اور جس کے بارے میں صدر مذکورہ بتاری ہے کہ وہ محاسن اخلاقی کا ایک مکلن ترین بھومن ہے جو شخص اسے نظر انداز کر کے کسی اور دین کو قبول کرے گا وہ مکلن کو چھوڑ کرنا تمام اور کامل کو چھوڑ کرنا اقصی خیز قبول کرے گا۔

ہو سکتا ہے کسی کے دل میں خالہ گزیے کے قدرے ناقص شے ہر حال کوہ نہ کچھ افادہ نہ تو محنت ہی ہو گی جتنا اس میں ناقص ہے اسی کی مذاہب سے نفع میں کمی آسکتی ہے۔ لیکن یہ کیا بات ہے کہ اسلام اس ناقص شے کی فائدے سے بالکل بمحضہ ہے اور غیر مسلم کو کافر قرار دیکر کبیر خاتم ہو دے کے

دوسرا دری، شجاعت و خیر میں ان کا جواب نہیں تھا۔ لیکن پچھلے ناہب کی تعليمات جتنی جنتی جو اور سخیوں تھیں جہالت اور بد اخلاقی اتنی بھی اتنی ان میں راہ پانی کی بحث اعلیٰ اخلاق الگریچ جوں کے توں موجود رہے لیکن بہت سے رذائل نے بھی راہ پالی اور ان کی زندگی بہترین اور بدترین اخلاق کا مظہر بن گئی۔ اس وقت الش تعالیٰ نے آخری پیغمبر کو میسونت فرمایا اُکھا من اخلاق کو مزید تقویت حاصل ہوادار ہے اخلاق مٹا دیے جائیں۔

تکمیل اخلاق کا جہاں یہ مطلب ہے کہ بعض نئی اخلاقی قدریں عطا کی جائیں اور بعض نئے آداب و مراسم سے آشنا کیا جائے وہاں تکمیل اخلاق کا مطلب یہ ہے کہ نہ اخلاق کی نشاندہی کر کے انجین ختم کیا جائے۔ اچھے اخلاق کے ساتھ ہرے اخلاق کا موجودہ ہرنا ایسا ہی ہے جسے مرض بعید دواؤں کے ساتھ پر ہمیزی بھی کرنا ہے۔ دو لمحتی ہی اکسر ہو لیکن اس میں نہ صاندہ اہمza بھی شامل کر جو جائیں یا اس کے ساتھ ضرور ساں فذاوں کا بھی استعمال ہو تو نتائج اچھے نہیں نکلیں گے۔ لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ الش تعالیٰ نے جہاں عما من اخلاق کے جعن ترقی یہ آداب عطا کئے وہیں نہ ہے اخلاق کی بحث کی بھی فرمائی تاکہ عما من اخلاق اپنے حقیقی اثرات و ثمرات پسید اکوں گویا ترقی یا فتح اخلاقی قدریں عطا کرنے کا مشتبہ کام اور ہرے اخلاق کی بحث کی کامیابی طرز عمل — دلوں ہی اقسام اخلاق کے اجزاء ہیں۔

ہماری اس تفظیل کا فشار دراصل اس پر ہلوکو واضح کرتا ہے کہ اسلام صرف ایک مشتبہ اور ایجادی ہی اُکل نہیں مسئلہ اور سلسی بھی ہے — جو لوگ صرف محدود فاتح کی تبلیغ اور فرائض و راجمات کی تعلیم میں مگن رہنے کو کافی سمجھتے ہوئے منکرات کی بحث کی اور طبقوتی فتوں کی کروہ پر قوہ بھی دیتے ہو اسلام کا پورا حق ادا نہیں کرتے

یا لفظی۔ یہ دہی ہیں جو مطلوب ہیں یا ان کے دھوکے میں ہم اور ہی گھاس پھوس جمع کئے بیٹھے ہیں تو بھر لفظ سے بھوکم بات خطرناک استثناء اور قریب خودگی کے مرحلے میں داخل ہو جاتی ہے۔

تیرے یہ حقیقت کہا سے پہ شیدہ نہیں کہ کسی قانون دستور کی پیچا س دفعات کو اپنے تسلیم کر لیں مگر صرف ایک دفعے سے انکار کر دیں تو آپ باعثی قرار پا تینگے ہے اور اگر آپ اس بینیادی کو تسلیم نہ کریں جس پر دستور کی عمارت طوری کی گئی ہے تو بھر آپ کامل طور پر منکر دستور قرار پا تینگے چاہے آپ دستور کی بعض دفعات سے اتفاق رکھنے کا اعلان پر اعلان ہی کرتے رہیں۔ یہی حال اسلام کا بھکر ہے وہ اس شخص کو کلی طور پر کافر قرار دیتا ہے جو اسلامی دستور کی اس بینیاد سے اخراج احتیار کرے کہ پسندیدہ وہ ہے جسے خدا پسندیدہ قرار دے اور برداہ ہے جسے خدا برائی پر اس بینیاد سے انکار کرنے کے بعد آدمی اگر ساریاں زبد و درع کی بھی وہ کافر ہی رہے گا، کیونکہ اس کے زبد و درع کی بینیاد میں جذبہ اخاعت پر نہیں، خود سری پر ہے۔

الحاصل حدیث بالا کا بخوبی ہے کہ گذشتہ نہیں میں پاکیزہ اخلاق نہ کو اچھا تھے ایکیں الش نے اسلام میں جمع کر دیا ہے اور جس اضافی، جس ازیست و اور الش اور جس تہذیب و تکمیل کی ضرورت تھی اس سے بھی اسلام کو آراستہ فرمادیا ہے۔ اب اللہ کی رضا حاصل کرنے کا واحد قطعی طور پر احمد را استہ اسلام کا راستہ ہے۔ اکیلا لاشریک کا راستہ۔

یہ مخاطر ہے کہ اقوام عرب قبل اسلام بھی متعدد اخلاقی اوصاف میں نہایت ممتاز تھیں۔ جہاں نوازی، یا سعہد

## بدعوت کیا ہو؟ نیا اضافہ اشاد آیہ کا پیش

بدعوت و مخصوصیت کے درمیں ایک عظیم کتاب جو قرآن و حدیث اور عقل و مطلق کے اٹل دلائل کے ذریعے صحیح ترین اسلامی عقائد کو واضح کرتی ہے۔ عرض و قولی۔ تجویز حملہم۔ الایلا۔ تمام بدعتات کے لئے ضریب کلیم۔ مجلد تین روپے

**دعوت حق** شعر کی ربان میں اس تاریخی حقیقت کی سرگزشت کرد دعوت حق افاز عالم سے آج تک کن کن سراحت و منازل سے ہو گئی ذری چار روپے

**ضبط و لادت** دخت کے اس مسئلے پر مولانا فتحی محمد شفیع کے مدلل فرمودات پر و فیصل خوشیدا حمد کے نکار انگریز اور مستاذ فیروزی مقصد کے ساتھ۔ ذری صور پر

**نظم الملک طوی** الپار مسلمان کے ذریکسر ابو علی حسن بن علی کی بیوی سوانح مری - قابل اعتماد تاریخی موارد۔ مؤلفہ۔ مولوی عبد الرزاق صاحب کانپوری۔ مصنف الحرامکہ قیمت یارہ روپے

**البرائیہ** مصنفہ۔ مولانا عبد الرزاق کانپوری۔ عام اسلام کے نامور وزیر اعظم بریکی اور جعفر بریکی کون تھے۔ انھوں نے پردھانی سیاست میں کیا کیا کارہائے سنیاں انجام دیئے۔ ان داشتوادہ مدیر دزیروں کے عروج و زوال کی جیرت انگریز و عبرت انگریز داستان۔ مکمل و مجلد یارہ روپے۔

ان کی مشاہد اس طبیب کی سی ہے جو دو تو ایکی تجویز کرے لیکن پرہیز کا سبق نہ دے۔ یا ان کی مشاہد اس شخص کی سی ہو تجویز تو اچھا ہوتے اور پرانی بھلی دست کر دے لیکن زمین کو در دل اور تپڑوں سے صاف نہ کرے۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن و حدیث کی ایک ایک نص صراحتیا اشارہ یہ سبق دیتی ہے کہ محاسن اخلاق کو واقتوں سے پکٹے کے ساتھ ساتھ فحاظ اخلاق اور مسکرات و معاصی کو ضرر وغ دینے والی طاقتوں سے بھی بر سر پیکار رہنا برابر کا اسلامی فرضیہ ہے۔ ہمارے زمانے میں خالص ایجادی الملاع و تبلیغ کو ایک سنبھلہ علمی طریق کہا جاتا ہے، اور باطل پر تقہقہ سرخ کو عموماً انتشار پسندی اور فتنہ پر داری کا نام دیا جا لیا ہے۔ میں اس سے اس حدتک تو اتفاق ہے کہ تقد و جرح اشتغال تھیک اور ترش و تلغ اسلوب پر مشتمل نہیں ہوئی چاہئے بلکن اس سے اتفاق نہیں ہے کہ محض ایجاد و اثبات واسطہ رکھا جائے۔ نہ موم و باطل نظریات و تصویرات پر نشرتے لگائے جائیں۔ جس دین کا پہلا ہی کلمہ لا اللہ سے شروع ہوتا ہو اس دین کا حقیقی خدمت ادا ہوئی نہیں ملتا جب تک کہ احتمال حق کے ساتھ ابطال باطل کا فرضیہ بھی استقلال ثبوت کے ساتھ نہ ادا کیا جائے۔ یا غلطگانہ بے تو زمین کو روڑوں سے بھی صاف کرنا ہوگا۔ عمارت بنا لئی ہے تو کھنڈر کے در دیام ضرور دھانستے ہوں گے۔ بینا رین بھی کھو دنی ہوں گی۔ باطل نظریات پر جرح و تقدیر ابوان حق کی تحریر کرنے بینا دی ہی کھو دنے کا مراد ف ہے۔ بغیر بینا دوں کے عمارت کھٹری کر دے گے تو کے دن چلے گی اور کتنی اوپر جا سکے گی۔

**بزم سمع پیغمبر** مختصر احادیث رسول کا مجموعہ مفید ترجیہ و تشریع کے ساتھ سوار و پیپے۔

**بزم سمع پیغمبر** قدم قدم پر کام آئے والی احادیث مع ترجیہ و تشریع۔ سوار و پیپے۔

**جواہر رسالت**

مکتبہ تحریکی دیوبند (لیوپنڈ)

## معدہ جگر اور آنٹوں کی خرابیوں کے لئے معتبر دوا

### جوارش سُبْلِ الطَّيِّب

جوارش سُبْلِ الطَّيِّب معدہ۔ جگر اور آنٹوں کو قوت پہنچا کر ان کی خرابیوں کو درکر تی اور ان کے افعال درست کرتی ہے۔ اعصاب کو قوت پہنچاتی ہے۔ پیشاب کی زیادتی۔ دانہ تزلیم۔ کمر۔ پینڈیوں اور جھونڈیوں کے درد۔ ریاح یا سوری اور دیگر بیماری امراض میں تباہیت مقید تراویث ہوئی ہے۔ مردوں، بخورتوں اور بچوں کے لئے ہر گز میں یکساں مقید ہے۔ تین توں کا پینک چھروپے بچھیں نئے پیسے۔ دش تین توں کا پینک تین توں روپیہ ششماںی سنت پیسے۔ حصول ڈاکٹر ان ہی قیمتوں میں شامل ہے۔

دوازدہ کے متعلق تفصیل سے جانتے کرنے کے لئے فہرست ادوبیہ۔ مردانہ امراض سے چھکارہ پانے اور بگردی صحت خواہنے کے لئے افاظ شباب اور نسوائی امراض و بچوں کی صحت کے متعلق کتاب انیس خواتین صحت منبع کر پڑھیں۔

کیدیج کی گئی۔ دانہ تزلیم۔ پستان انجام اس کی انسی کا موثق شیش ہے

### زندگی

جم مرکیسم کا کمی دود کرنے پر بانا بخار۔ کھانی مذائقی تزلیم۔ تھسک داشٹک کھانی۔ پسیہ کی تشتت۔ دوپہر کی غذا کے بعد حرارت بوجاتا۔ تھیلیوں، تلوں کا بجاننا۔ سو رو خاروں اور آنکھوں بیکسے اگل سی نکھنی خوس ہونا۔ موئی جھروہ دھل جانے کے بعد پر عکڑ رکونا۔ ہمیکی ہمیکی حرارت ہر وقت رہنا۔ موئی تھرو۔ انفلومنز الفیٹر یا کے بعد کی مکردری دغیرہ شکایات کے لئے مخذل شریت ہے۔ تھیر تھیر کو چڑیاں دلوں میں نازل پانے اتا ہے۔ ہر مراد پر موسم میں مقید ہے۔ جو موسم نکیز رقص بجا رکھاتی کے ملائچ پر خروج کرتے کرتے حاجن آگئے ہوں۔ یا ان کی مالی مالatl اجازت نہ دی ہو کہ وہ قیمت ایلوٹھٹک دا اسٹھان کریں اور امکش لگوں میں ایسے مریضوں کو اس کم خروج ہا لانشین شریت سے فاگرہ اٹھانا چاہئے۔ تفصیل کے لئے لڑکی صحت منبع کیجائی۔

ساختہ کار کا پینک بارہ روپیہ۔ تین توں کا پینک چھروپے بچھاس نئے پیسے۔  
(قوٹ) حصول ڈاک و پینک کے معارف ان ہی قیمتوں میں شامل ہیں۔

بیگم بیگم محمد عظیم زیری۔ امر وہہ ضلع مراد آباد (یو۔ پی)

مستقل عنوانشش توبید ختمی

# کیا ہم سُلماں ہیں؟

شرفت فرا دیتا ہے اور اس وقت کے کفار و مشرکین کی تھی رائی جوئی آنکھیں اس کو اس بلندی پر پہنچنے سے عاجز ہو کر تھرد استقامت کی آگ اچھے لگتی ہیں ..... تو روشن غیر وحول کے قافلے آگ کے بڑھتے ہیں اور تم پھر پر شمار۔ ہمارے ماں باپ تھیں پر شریان ! ” کے دامہ نہ فروعوں سے حرم کی نضاہیں لوٹیں آتی ہیں۔ پر نعرے کھو کھلے الفاظ نہ تھے بلکہ دلوں کی دھرم لئیں اور دھول کی بیات بھیں ان میں سمٹ آئیں بھیں۔ یہ پر دگی جاں شماری کے نعرے آج بھی تاریخ کے سینے پر خون دل و جگہ سے سرخ دنمازہ تقریب ہیں۔

عرب کے پیدائشی غلاموں اور کچھ ہوئے یا مال غیریوں کا ناقواں طبقہ حس کو دیکھانے اس کی تمام انسانی صلاحیتوں سے یکسرایوس ہو کر جاں پوروں کی ذمیں سطح پر لا پہنچا تھا۔ ہمیشہ اس انسان کے ”فیضِ ظہر“ سفر فراہ ہوتا ہے تو تمہیں یہ انتہا کے چار پر طیف اور دعا شرو کے مکھن میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ وہ ایک بھی زندگی، نئے ایمان، نئے مقصود جہات اور نئی لگن کے ساتھ اس جہاں فوازِ ہستی پری طرف پڑھتا ہے تو ایک باعچہ ساحلہ کی قبرہ ایسی آڑے آنا چاہتی ہے اور اس کی راہ میں ظلم و استیاد کی آشیں دوار کھڑی کر دیتی ہے۔ لیکن جو کاروں پنہ لکھا تھا وہ کسی طرح نہیں رکتا۔ آگ کی بھٹیاں آتی ہیں لیکن خون، پیسے اور آبلوں کے پانی سے بچو کر دے جاتی ہیں۔ سگ و خشت کی بوجھا رہوئی ہے مگر صبر و محمل کی فولادی دیواروں سے تکڑا کر ایت اور پھر بھول بن جاتے ہیں۔ خوشکاں شکنے کے چلتے ہیں لیکن حق کی آوار کا گالا گھوٹنے سے پہلے خود پارہ پارہ کر

**عشقِ رسول** خدا کے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اس دور کے ایجاد اور ولی نے جس طریقہ دالہا نہ پیار کیا تھا وہ تاریخ انسانیت کا ایک حسین ترین یاد ہے۔

دنیا کی مختلف قوموں کی روایات میں عشقِ ہبہت کی عقاید کہاں یاں ملتی ہیں جن میں کسی خیالی ہبہ و من کے ساتھ کسی تحبیلی تی ہبہ و کی پہنچاہ مجتہ کی داستان سناتی جاتی ہے۔ لیکن اسلام کی تاریخ میں عشقِ رسول کا ایک ایسا ٹھومن نثار کی واقعہ اور ایسی تھیگری کیجاں کہا تی ہے جہاں ایک سردار کی خلیم ترین شخصیت مردوں میورتوں اور پچوں نک کے سینے میں ایک انتہائی مقتنی عشق کا سماں کوٹ دیتی ہے۔ جہاں بخشی کی شش اور خدوخال کی جوہری بیسی کی بجائے سیرت و کردار، حقیقت شناسی اور حق کو شیعیاء حسن و جمال ایک سردار کے وجود سے مقنایا گیا ہوتا ہے کی طبع ایں پڑتا ہے اور ریگستان کے اجد و حشیبوں کو صورت کی کھاتنی پر پرداز و ارشاد پر بوجاتے کے لئے پیتاب کر دیتا ہے۔

خدا پرستی کے فور میں نہایت یہ تھیست روح ددل کے ان اندھوں کو بھی دکھاتی دیتی ہے جن کو ان کا خدا انشاہیں آتا۔ پھر وہوں کے جیس پیماری بھی اس دل کیش کردار پر نظر ڈالتے ہیں تو فرعاً عقیدت سے سرد ہستنے لگتے ہیں اور کامل جاہالیس سال تک اس کو ”ابین و صادق“ کہتے کہتے ان کی زبان میں سوکھنے لگتی ہیں۔ پھر جب انسان تک اپنا آخری پیغام پہنچا رہا کے لئے خدا نے عز و جل اس انسان کا مل کو رسالت کے غلط فاختہ

تڑپ کریاں کی چھاتی سے چھٹ گیا ہو۔ دولت کے لیا ملب خداوند کو خانی کسکے لوگوں نے اس بات میں عظیم مسترداد فخر محسوس کیا اور اس کے دری کے بھکاری کہلاتے جائیں۔ ڈلن کی نظر ہی محبت مغلوب ہو گئی ۔۔۔ لوگوں نے ان فضائل میں سالنس لینا گوارہ تکیا جہاں اس انسان کا ملک کے خلاف نفرت و انتقام کا زہر سراہت کر گیا تھا، اپنے کاروبار — عزیز راستہ ۔۔۔ دوست و احباب اور تمام ترجیبوں کی چھٹ، کو تھکر اکران محدود کے دلوں نے خانہ دیرا تھے اور خانہ بدوشی کے خارجہ اور دلیں کو تھوکریں کھائیں ۔۔۔ اور حاکم چھاتی اور دلیں دلیں کی تھوکریں کھائیں ۔۔۔ اور یہ سب کچھ صرف اس نئے کو محروم رہی ہی کی جیں لگانے ان کے سینوں میں حق و صداقت کی جیجنگاری روشن کر دی تھی وہ بخلانے نہ پائے۔

پھر یہ سب کچھ لثار ہے کہ بعد امتحان شوق کی وہ آخری چھاتی آئی جہاں خود اپنے ماں گوں اپنے آپ کو قربان کر دیے کہاں پیسا ہوتا ہے تو عقیدت و شوق کا ان بیتا پیکر ہوتے آبدار خروں پر گرد نہیں رکھدیں۔ اپنے گوں میں نہماں کر دیجی کہتے رہے "اے خدا کے رسول یا ہم تھیں نثار۔۔۔ ہمارے ماں یا اپنے پرست شاراب!۔۔۔ گھوں سے چور اور جرحتوں سے چلنی احساس ایک اس سے بھی کاری گھلانہ کھانے کے لئے پروردگی کی لذت میں جھوٹے ہوئے تھے ستر ستر گھوں کا "نار کی اسکور" بنا کے جو دھی شہادت حق کا گوں چکاں بھیل کھیتے والے اپنے ذوق جانازی میں کھیتے ہوئے تھے۔ جو انکو ترچھے یوروں سے جھوڑوئی اگر طرف اٹھی وہ فولادی ڈھاون کی تیجے بھی حفاظت نہ رہ سکی۔ جو تمباں اس کے خلاف اٹھ جان دیتے دلوں نے ان کے آگے جسمانی گوشت کی دلیواریں بھڑی کر دیں جن پر سیکڑوں زہرناک ترکش خالی کئھنے لگے مگر اس دلیوری جنیش نہ ہوئی۔ کفسر کی طرف سے تیزوں کی باڑیں تھی تو اور عقیدت کے متولے بر بزم سینے کھو لے ہوئے سامنے آتے تھے۔ اور ہر سرگ ڈلاکت کی آندھیاں اٹھتی تھیں تو اور عرصے حق و صداقت کے نشیں

رہ جاتے ہیں۔ اور یہ کاروان شوق خون، اگلے درجہ تھا کہ درمیان سے کشاں کشاں گزرتا ہوا سنا درونیا بہ انسانی شخصیت کے گرد عقیدت و حلقوں یوں شی کا الٹوٹ ہے ملہ بنادیتا ہے۔

سماجی اعزاز اور دولت و شرودت کی یاندھیوں پر منسک

حقیقت شناس لوگ تھا کاری و جان شاری کا یخیر تھاں منظر دیکھتے ہیں اور اس سنسنی خیز فضایں اس انسان کا ملک کی شخصیت میں گھوڑکراپی تمام مادی سریزوں کو سمجھے چھٹتے ہوئے اس کے قدموں پر لامسے ہیں۔ اس طرح کمزور اور طاقتور کے اختصار امتیازات حیثیم زدن میں گھوڑو جات ہیں اور انسانیت کے آستنے پر غلام اور آغا ہاتھ میں باٹھ ڈالے ہوئے نظر آتے لگتے ہیں۔

کتنا بیش یہاں اور کس قدر دل نواز ہو گا، وہ انسان جو ٹھیک پوشاہ سادگی میں بھی اتنا بلند پڑھاں نظر ناٹھا کہ تخت و تاج پر ایک تھاںہ غلط املاز سے زلزلے طاری کرنے سمیں دزد کے جگہ گاتے ہوئے خزانے اپنے قدموں کی خاک سے کھلا کر ماند کر دے اور انسانی دل گوں میں دوڑتے ہوئے خون حیات کو اپنے نفوذ پر پاسے اجاگر کرنے کے لئے گئے پس سے ٹپک پٹپک پر بیتاب کر ڈالے ۔۔۔ ہاں اسیتے یہ سب کچھ کیا ۔۔۔ یہ شاعری تھیں۔۔۔ تانے خدا وہ کوئی شے ہو ہوئی ہے جس کو انسان دل و جان سے نیا ہو۔ عزیز رکھا ہو اور دہی شے اس انسان کا ملک کے قدموں پر فرط شوق میں لٹانے دی گئی ہو؟ اس کی ایک تھاوا کرم کی بھیک حاصل کرنے کے لئے لوگوں نے راہ مولہ میں گھر بار لٹادیئے۔۔۔ کفر و اسلام کے درمیان حق اور باطل کا خطہ امتیاز ٹھیکنے کے لئے شرگوں کا ہمچوڑا دیا گیا۔ اولاد اپنے ماں یا اپنے سے کٹ کر تکل اگئی۔ ماں یا اپنے چھینتی اور لادر کی ساری چاہوت خدا اور اس کے رسول کی چیز پر یقینت پڑھائی تمام دنیاۓ رنگ دلو سے دامن چھڑا کر گوشت پوست کے انسان روح و قلب کی پکار پر دوڑ پڑے اور اس کے پیوند در پیوند دامن سے اس طرح جا لیٹے جس طرح ایک سصوم پچھے

فرموشی کی زنگ آئو تھوڑے میں وبا پڑا ہے۔ جس بہر میں خوشی بگھری ہوئی تھکل بھی نظر نہیں آتی اکیا دنیا اس آنکھیں میں رسالتِ محمدی پر کسی زندہ گواہی کو آنکھوں سے دیکھ سکتی ہے؟ کیا تم مسلمان ہیں؟

### سعید بن اشید ابن حارثہ

عکاظ کے تاریخی بازار میں "النایت" نیلام ہوتی تھی۔ انسان ہی سودا گرتا تھا۔ انسان ہی خرید رہا تھا۔ اور انسان ہی کاسودا ہو رہا تھا۔ ایک مخصوص دینے لگتا تھا۔ شفیع سے انسانی جسم کا سودا، جس کا نام زید تھا۔ زید میں کے ایک شاندار قبیلے بھی قضاۓ میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے باپ حارثہ اور ان کی ماں متعدی کے پیارے تھے۔ ان کو دنیا کے سردوگرم کی ہوا تک نہ لگتے دی تھی۔ زید نے انسان کی بے لوث چاہتے ہیں ایکجی تھی جانوروں کی سی خوبی آٹھی تھیں۔ وہ محبت ہی سے واقف تھے۔ نفترت کے معنی انھیں معلوم نہ تھے۔

لیکن حالات نے ہولناک پلٹا کھایا۔ اور انسانیت کی خود غرضی نفترت کا تاریک پہلو پوری ہولناکیوں کے ساتھ اُن کے سامنے آگیا۔

جن قبیلے کے خونخوار ڈاؤں نے ہمی قضاۓ کے اپر تاخت کی اور لوث کے بیجان ساز و سامان کے ساتھ جاندار بیچ کو بھی مانتا کے سینے اور باپ کے شفق سائے سے دو گھنیت لائے۔ پچھے گوشت پوست کے مرکز سے کٹتا ہوا پھر ملت دند سے بدلتا اٹھا۔ اس کا تنخا سادل شش ہوتے لگا۔ لیکچھتے لگا لیکن پہلی بار اس نے دیکھا کہ در دنناک پکار کا جواب پیر حمدان مٹھوکر سے دیا جا رہا ہے۔ ان کی فسیریا دمن کر ڈاؤں کی ٹرف دوڑے اور ایک بھر بور پھیٹتے کوں رضاوں کو تمنادیا۔ نفترت کی یہ جوٹ کھا کر مخصوص آواز ہم گئی۔ گناہوں کی خشونت سے سچ بشروں، دلوں کی سیاہی سے لھڑت پور پھر دنیا آئشیں آنکھوں اور پھر میں دلوں کے نرغیزیں زید کو "السان" کا پہلا سخیر پر ہو رہا تھا۔ کیسا تند و قیز اے کڑا۔ زیر مل

و جد کرتے ہوئے سرا بھرتے تھے۔

کتنا طاقتور۔ کتنا جلال آمیز۔ کتنا مستحکم تھا یہ عشق رسول "کرمائے بھر کی نفترت بھر دی طاقتیں مل کر بھی اس کو زیر نہ کر سکیں۔ آخر آخر عشق۔ یہ جزوں "ہی فاش رہا۔ محمد سرپریز کی سچائی کا حسنِ خال جزیرہ نماے عرب پر چھا تاچلا گیا۔ ماحول کا نقشہ پہلے گی انسانیت کی کا بیا پلٹت ہی اور جو انسان کا مل انسانیت سوز دنیا میں خدا اور انسان کا نام لیتا ہوا تھا اٹھا تھا اس نے ۲۳ سال کے بعد بستر ذات سے اس دنیا پر بگاہ دا پیس ڈالیں تو ایک لاکھ سے زیادہ انسانی سر خدا نے داعم کے آگے جمعے میں پہنچے ہوئے تھے۔ کیا دنیا گھومنگی کسی انسان سے اتنا والہا نہ پیار کیا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں۔ تو پھر یہ ماننا ہی پڑے گا کہ آج سے تقریباً ڈیڑھ ہزار سال پہلے محمد علیؑ اپنی آخری رسالت کا جو جو گی کیا تھا وہ ایک زبردست حقیقت ہونے کے ساتھ ساتھ تاریخ کا ایک عالمی النظیر اغتر بھی تھا، ایسا دا قمر جوان گفتہ جوں اور قریوں پر پھیلی ہوئی اس دنیا میں صرف ایک ہی پار پیش آتا تھا۔ صرف ایک ہی بار ایک ایسا دنیا

### لیکن تھیریے!

دنیا کفر۔ دنیا شرک اور دنیا دھرتی کے ساتھی یہ تاریخی لکھا رہتا کرتے ہی ایک دوسرا سال فوٹا ہی پیدا ہوتا ہے۔ "آج سے چودہ سو سال پر اسے انسان نے حضرت محمد علیؑ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل پر جس حقیقت کو حشم سر سے دیکھا تھا اس کو آج کا انسان کہاں اور کس طرح دیکھے؟" تاریخ ایک واقعہ کی یاد دل سکتی ہے۔ ایک احساس۔ ایک تصور۔ ہی دے سکتی ہے، مشاہدہ نہیں!

دنیا کو ماضی کے اس تصور کا مشاہدہ کرنے والے ہم تھے۔ ہم، کہ خود کو مسلمان کہتے ہیں! لیکن یہ آنکھیں آنکھیں ہوتے ہوئے بھی شفاقت قلب، جسمی اور آخرت

پھر پچھے اور قلام کوان کے حوالے کر دیا۔ اس طرح تقریباً  
اللیتے زید کو اس سین راہ پر لگادیا جوہاں سے ان کو  
حضور مصلی اللہ علیہ وسلم کی مقدوس پناہ میں پہنچانا تھا۔

حضرت خدیجہ کے سامنے میں اگر ترمیمِ اٹھیان کا  
پہلا سالس لیا۔ لیکن اضا کی دکھبھری یا اسے بہاں بھی ایسی  
روخ کو جیسی نہ لینے دیا۔ حضرت خدیجہ کی فطری شرافت  
سے زیادہ سے زیادہ یہ کیا تھا کہ ان کے "در" کو بھاٹا  
تھا۔ مگر اس درد کے درماں کی حکومتِ الجھنی تک پاتی تھی۔  
لفترتِ وگناہ کی ٹھوکروں میں لگھائی ہونے کے بعد بشرافت  
و اخلاق کی اس تھی دنیا میں زید کی روخ کو آرام کوں گیا تھا  
مگر کون نہیں۔ گشادہ ماں باپ کا خلام کسی طرف پر  
نہ ہوتا تھا۔ اندر اسی اندر سلسلی ہوتی روخ ایک لیےے حرم کے تو  
ترتب رہی تھی جو دل و جگہ کے رخموں کو مندرجہ میں مکے۔

خود حضرت خدیجہ کا یہ حال تھا کہ وہ بھی کے دن  
گذار رہی تھیں۔ لیکن لکھا کے ہر سے سے بڑے پیغام کو جو قبول  
نہ کر رہی تھیں۔ مادران سے شادی کے تھی تھے۔ قبیلوں کے  
سرداران کو اپنی مشریک زندگی بنانے کا خواب دیکھتے تھے  
مگر خدیجہ کو نہ اس سرداری سے کوئی رجیپچا تھی اور نہ دولت  
کی جھنکاڑیں کوئی کشش محسوس ہوتی تھیں۔ وہ توجہ بر انسانیت  
کی جو تھیں۔ وہ ایک ایسے عظیم انسان کی منتظر تھیں جو دلت  
دل کیا دشائے اور اخلاق و انسانیت کے بھلے ہوئے قافلہ کا  
سربراہ تابت ہو سکے۔ اس طبق مالکہ اور قلام۔ خدیجہ  
اور زید دنوں ہی انسانیت "کوڑھوئی" رہے تھے۔

آخر یہ انسان "خوبی" مصلی اللہ علیہ وسلم کی شکل  
میں ظاہر ہوا۔

وہی خاتون ملکہ جو ہر سے بڑے لکھتی سرداروں کو خاطر  
میں دلائی تھیں انسانیت کے اس جو ہر لہیف کے آگے  
خود ہی جھک گئیں اور خود ہی ہر سوت سوال بن کر گئے تھیں۔  
حضور سے شادی کے بعد خدیجہ اب اس گھر میں داخل ہوئیں  
جس کو بہت جلد حرم نبوی کے رومانی فقرمی تبدیل ہو جانا تھا  
ان کے ساتھ زید بھی اس انسان کامل کی فلاں میں پہنچے

اور اُنکا دینے والا تھر ۱۔  
بچہ عکاز کے بازار میں اس نول کی دوسری نوئی تھی  
وی۔ ان سب کی شکل آدمیوں کی سی تھی مگر یہ لوگ آدمی  
اور اس کے درد کو نہ پہنچاتے تھے۔ ان کی ان گنت آنکھیں  
زید ہی کو گھوڑہ ہی تھیں۔ زید کے گوشت پرست، تن تو ش  
اعضا کی ساخت اور طاقت و توانائی کو آنکھوں ہی آنکھوں  
میں تو لا اوزیجا ہمارا تھا تاکہ جسم میں انسانی غلام کا بھروسہ ہوئے  
کی جیسی صلاحیت پائیں دیے ہی دام لگائیں۔ لیکن سیسی  
تھیں یہ آنکھیں جو زید کے پڑے موجود میں جسمی جاتی تھیں  
مگر ان کا خون پھیکاں مجرور سینہ ان کو کسی طرح دکھانی  
نہ دیتا تھا۔ ڈاکوؤں کی بولی پر سب ہی گوش برداشت کئے  
لیکن مظلوم بیچے کی خاموشی فریاد کی جائے رہتی ہے۔  
"تم کون لوگ ہو آخر؟"

زید کی روخ اجنبی دوستت کے بوجھتے پانچ ہوئی  
بیچ اٹھی "تم کون ہو؟" — تم آنکھوں والے ہو کر بھی  
میرے لئے اندھے ہو — کاغوں کے باوجود دیری ترتب  
کے لئے بھرے ہو — تم سب میرے باپ کی شکل  
ہو میکن نہیں ایک لڑاؤں کو جو بچے پر نہ لپیٹا رہیں آتا۔  
تم ڈاکوں کے ساتھی ہو — تم قاتلوں کے ساتھی ہو  
لیکن مظلوم پر تھہیں ترس کیوں نہیں آتا بع — تھیں  
ظاموں سے لفترت کیوں نہیں ہوتی؟"

مگر روح کی یہ درد بھری پہکار کون سنتا ہج کا نوں  
میں خدا کی آواز نہ آئی ہو وہ انسان کی آواز کہاں من سکتے  
ہیں۔ شیروں کے بعد آدمی کے خریدار کی بھیڑ میں "انسان"  
کے تعلق یہ زید کا دوسرا تھا۔ دیسا ہی بھت شکن اور  
امید سوچیسا پہلا۔ — نہیں بلکہ پوری انسانیت  
سے مایوس کر دینے والا یا اس آفریں تھر ہے ۱۔

آخر قیام کی آخری بولی حکیم بن حرام نامی خدیجہ  
پر ختم ہوئی اور انسان فرشتی کا یہ صبر از ما مرحلہ یا نیکیں کو  
پہنچا گیا۔ حکیم بن حرام زید کوئے ہوئے مکتے کی شریف  
ترین ممتاز خاتون ایسی بھوپی حضرت خدیجہ کے گھر

شارح رائی تہنیا تیں عمد صلی اللہ علیہ وسلم سے خدا کے فرشتے چرخ لئئے ملاقات کی امور خروشتر کے آخری فیصلہ کی معروکی ذمہ داریاں آپ کے شاتائقوں پر رکھیں ۔ ایمان کی روشنی میں زیر پڑے ہی باراں عرفان حقیقت کے ساتھ دیکھا کوئی مدد عربی کی شخصیت میں ماں باپ کے خاتم خدا کا لاقافی پسار عکس فنک تھا، دل کی نامعلوم رُشش عرفان حق کے دھندر تیگز سروں میں دھمل گئی۔ پسروں گئے تین دجاں نثاری کاروپ دھمار لیا اور زید پرداز و ارشح رسالت کا طوف کرنے لگا۔

دوسرے ۔ یہن کی خفاذوں میں زیر پر کے والدین اپنے گستہہ الالہ کے لئے سالہا سال سے قریب رہے تھے کیونکہ سمجھ رہے تھے والے ایک شخصیت ان کو پر خوشخبری سننا کہ تھا ادا زید خوشخبری کے پاس آج ہے وہ سمات موجو دے ۔ پر خبر سن کر ماں باپ خوشی کی شدت سے روٹپے اور فراہمی حاضر تھے بھائی کعب کوئی بھروسے زید کی بھیک حاصل کرنے کے لئے اکشان کشاں کے میں داخل ہوئے۔

”لوگو! ہم محمد سے ملتا چاہیے ہیں“ انہوں نے بتایا نہ سوال کیا۔

”محمود اس وقت سجد ہیں ہیں“ جواب مامہ حارثا دکشب سجد ہیں یہو پچھے اور خدا کے رسول سے اتحاکی ۔

”اے خیر الدش کے بیٹے! اے عبد المطلب کے پوچھتے ہیں اے اپنی قوم کے صرار کے میں!! اپنے حرم کے رہنے والے اور اس کے برادر و سی ہیں۔ اپنے بیکوں کی نادکستہ اور قبیلوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ ہم اپنے کے پاس اسی نئے ہیں کہ اپنے ہمارے پیٹے کو آزاد کر کے احسان کیجئے۔ اگر آپ کوئی سما وضہ چاہیں تو پڑی سے بڑی رقم پیش کی جائے۔“

”یہ کس کی پڑی؟“ اور آزادی کی اتحا بوری ہے؟ ۔

”یہ اسی زید کی جس کو قبی خزانہ میں کی خلافی کی برکت سے عیر الدش کی ہر خلافی سے نجات مل چکی تھی، جس زید کو رسول خدا نے قبول خلوص اور آخری چائیوں کے ذریعہ خرید لیا تھا کیا یہ لوگ کی کوئی کس قدر الگ۔ کتنا اونچی اور کیسا دل بھی نہ تھا۔“

آخر اس انسانی جاذبیت کا لازم سرستہ حل ہوئے کا مبتلا تھا ۔ ہاں ۔ ۔ ۔ واقعاً اسی طرح پیش آ رہا تھا۔

جس کی فلامی کے سامنے ہفت افکیم کی بکھارا ہی پیچ ہو جائے والی تھی۔

حشوکی قوت میں آتے ہی زید بن حارث کی خفاک روح جیسے خشمی سے چڑھ کیا ۔

اخیر غدوں ہوا کہ وہ مائل کل تھی ۔ ۔ ۔ ہاں مختلف ایک دوسرا دنیا میں پہنچا دیئے گئے ہیں جہاں صرف ایک اسی ”اسان“ بنتا ہے جس کو مدلے فطرتی حدیث میں اس کا نام لیتے کے بھائے کہو! امین“ کیجھی صادقہ کہہ کر پیکارتے ہیں ۔

”کیسا عجیب و غریب ہے یہ انسان!“ زید نے سچا شروع کیا۔ جو اپنے خدمت کار کی خدمت کے لئے بھین رہتا ہے ۔

جو کمزوروں پر خدا کی کرنے کے بجائے ان کو خدا نے ختمی کی قیمتی امانت سکھاتا ہے۔ جب لظا احکام کی سکھاتے تو محوس ہنگامہ کے ماری دنیا کی محنت اس کی آنکھوں میں سمٹ آتی ہے۔ جب بوت اپنے تو ایسا لگاتا ہے جیسے کوئی دل و بھگر پر سمع کشمکش ٹھیکارا ہے جب سکھاتا ہے تو دل ہر ہم کو بھول جاتا ہے اور اندھی ایک

”امالومِ لذت سے سرشار ہو کر یومِ احتیت ہے ۔ ۔ ۔ جو اس طرح

بات سنتا ہے جیسے دل کی دھمکیں شمار کر کر رہا ہو اس کے سینے میں بیرے باپ کا درد بھرا دل بھی ہے اور بڑی ماں کی مامتا بھی ہے اور تو اس سے بھگا زیادہ کوئی شے ہے اس کو دیکھ کر تو دل پیکار احتیت ہے“ بیرے والدین شارہوں بھرپور بھی دہ انتساب کا نیا امور تھا جہاں زید نے محوس کیا کہ کوئی چیکھکے ان کا دل خرید رہا ہے । ان کو عکار کے بازار میں اپنے جسم کے خریدار یاد آئے اور خوف و دہشت سے بھر جھری آئی۔ ۔ ۔ ۔ انہوں نے اپنے روح دل کے خیدارے

نے اقا مہری صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا تو ان کے بندہ بیٹا ہو چکتے کا احسان پر وہی اور کیفیت کا نشوون کران کے پورے وجود پر چاہیا۔ ۔ ۔ ۔ دونوں نیام کئے مختلف تھے۔ ایک انہوں نے جن انسانوں کو دیکھا اور بتا تھا یہ نیا اسنان اتنے کس قدر الگ۔ کتنا اونچی اور کیسا دل بھی نہ تھا۔

آخر اس انسانی جاذبیت کا لازم سرستہ حل ہوئے کا وقت آگیا۔

حارثہ اور کعب کو..... یونکا دیا۔ کھلا یہ کیسے سوچا بھی جاسکتا ہے کہاں اور ماں سے مجھ تک آؤا یک بیٹا لپٹنے پر اسے ماں اپ کو سالہاں کے بعد کر دیا وہ اپنی خوشی سے خود بیخے کئے تھے تیرا جو چلتے؟ لیکن تم اپنے بیٹے کو بھاگتے تو کافی اقتضاء اعلان اس قدر نہ طالب اینگریز قرار حارثہ اور کعب کو خوشی کے عالم میں بھلی بات پڑھ رہا ہے تو بھی فرصت دلی۔ اس نیفیت میں زید رضا حارثہ حاضر ہوتے۔

دعا و وقت ایک نازک ترین جذباتی دروازے پر کھٹکتے تھے۔ ایک طرف وہ انسان تھا جس کے خون سے وہ پیدا ہوئے تھے۔ جو ایک چلتے والے باپ کے بیتاب بازو پھیلاتے ہوئے اس بات کا منظر تھا کہ اس کا "بیٹا" اسکے سینے سے پیوست ہو کر خوشی کی شدت سے رعیت اور مُراد دے۔ دوسرا طرف وہ انسان تھا جو خادمی اور سلی اعتبار سے زیکار کوئی نہیں تھا۔ سینکن باپ کی ترسی ہوئی تھی کہ انکا بھی اس بارہی سب سچے اسی انسان کی طرف ہمیں جس کو وہ اپنے خدا کا رسول مان چکا تھا۔ خاموش نگاہوں نے اس طرح ادب اخترام کے ساتھ فائزہ داری کا اعلان کیا اور ادب و عقیدت کے ساتھ نظریں فرش خاک بر جھک گئیں۔ پر اولئے پسروں کی قلب رسالت کی شخصی شدت سے غصہ کی؟ کوئی نہیں جانتا۔ کوئی نہیں جان سکتا۔ اتفاق ہدایات کی آذازیاں وحی نزوحان سے سنا تھیں اور تو باپ اور بیٹے کے طاپ کی عظیم السماقی خوشی کے ساتھ اس میں ایک منبع عنزت کے پھر جانے کی کمک بھی شامل تھی۔

"زید! — تم ان لوگوں کو سمجھانے؟" ہمیشہ خلیفہ مکہ اس کے ساتھ مسکنے والے ملک کی بھی رفتہ رفتہ نکلنے والے انسان کا ملئے سوال کیا۔

"جی ہاں" — زید بھائے خوب اچھی طرح یہیں رہا ہوا۔ ..... یہ میرے باپ ہیں اور وہ میرے چاکعب۔

خطا کے بنے اور رسول کے چاہنے والے صرف اتنا ہی کہا اور کچھ نہیں۔ اسکے بعد زبان خاموش ہو گئی۔ ..... سرجھک گیا اور نگاہیں ان مقدس قدموں پر جم گئیں جو خدا کے

اس لئے اللہ کے رسول نے سال کی کروہ کس علام کی رہائی چاہئے ہیا؟

"تمہارا بیٹا کون ہے؟" آپ نے دریافت فرمایا۔ دلی ترپ اور بیتاب التجاذب سے لمبی بیجام ملا۔ ..... "زید! ...."

نووار دوں کو اندر لیش تھا کہ دیکھتے اس بار کیا جواب ملے؟ ..... دواجنی انسانوں کی پیکار پر ایک علام کی بھیک ملنا کوئی ملٹی بات کو نہیں ہر سکتی۔ پھر ہی اس تو ایک اس سے بھی تریادہ نازک سوال تھا۔ کیا ایک مومن زید کو ایمان سے محروم حارثہ کے عالم کیا جانا اسلام کے عقائد میں ہو گا؟۔ لیکن وہ ذات گرانی ہو اپنے پرست کا علم کھانا خوب ہاتھی تھی۔ نوار دوں کے خوف و اندر لیش اور در درگرد سے بیتاب ہو چکی تھی۔ آپ نے کمال درد کے سامنے سوال کیا۔

"کیا کوئی اور بھی کام ایسا ہے جس کو تم تمہارے لئے انجام دے سکیں؟"

یہ سوال گواہ ہے کہ مانگنے والوں نے جس شدت درد سے مانگا تھا دینے والا اس سے کہیں شدید رہ کے ساتھ اور سوال سے کہیں تریادہ دینے کے لئے بیتاب ہو چکا تھا۔

"نہیں! — اے عظیم حسن! — اور کچھ نہیں!" مسونیت سے گز گزاتی ہوئی آذازیں حارثہ نے جواب دیا۔ "تم سے پوچھیجیں گے اب کا ہی احسان بخارے لئے کیا کچھ ہو گا؟"

ایک ساعت کے لئے ہنخورست کھوچوچا، ایک طرف زید کے ساتھ آپ کی وہ دلی محنت تھی جس سے زید کو محبوب رسول بتا چھوڑا تھا۔ دوسرا طرف ایک باپ کی تھیجا رنے فعال تھی۔ جوابی فتحاشے کے لئے چل انھی تھی۔ اپنے درد پر آپ نے پرست دل کو ترنج دی اور ایک دل گرفت آذازیں ارشاد ہوا۔ "اچھا — زید! کو ملایا جائے۔ وہ بڑی طرف سے آزاد ہے۔ تم اپنے بیٹے کو بھاگتے ہو بشر طیکہ وہ خوشی سے جانا چاہے۔"

"بشرطیکہ وہ خوشی سے جانا چاہے" کے قرے نے

سائنس عبادت کی حالت میں گھرے کھوئے پار اس سچتے تھے زید روح کے بندھوں اور ایمان و اقیان میں جھٹے ہوئے زید کو ابھی اتنی قریبت کہاں تھی کہ گوشت پوست کے شتریں کو نظر بھر کر دیکھ سکے۔ حارثہ یہ صورت دیکھی اور پرست سے لگنگ بہنگے۔ کعب نے پیغام دیکھا اور کسی گھری سوچ میں ہو گئے۔ خدا کے رسول کی جاں نواز داڑنے ان کو اس کی قیمت پر نکایا۔ آپ زید سے فرمائے تھے:-

”میں کون ہوں؟“ تم خوب جانتے ہو۔ اور مجھی تم جانتے ہو کہ تمہارے ساتھ میرا سلوک کیا رہا ہے۔ اب تمہارے نئے دروازیں کھل بھی ہیں۔ چاہو تو مجھے ساتھ ہو اور چاہو تو اپنے باپ کے ساتھ اپنے عزیزوں کی طرف لوٹ جاؤ۔“

پھر ایک پارتاوشی چھاگی اے حارثہ پر ابید و یہم کی آخری کیفیت طاری تھی۔ کعب زید کو نکر رہے تھے۔ رسول خدا شانت کی تصویر پر کھڑے تھے۔ اور زید زید نہ جانے اس وقت کہاں تھے؟ خود فرمائشی اور محیت میں ڈوپے ہوئے وہ سرخکلے ہوئے کھڑے تھے۔ پہت جلد یہ سراہما لوگوں نے دیکھا ران کی آنکھوں میں مسکراہٹ نہیں آتی تھے۔ ایک بینا پہاڑ اور غار پر گردی تھی۔ خون اور ایمان سیم اور جان کی اس جسد پا تی جنگ میں ایمان ہی قائم تھا۔ اور روح کی کامنیت یہ تھی کہ اس فصل کا اعلان کیا جس کا گمان بھی انسانی فضیلت اس فتنا میں نہ کسلتی تھی۔ اے خدا کے رسول میں وہ نہیں جو آپ کے مقابلہ میں دوسروں کو پسند کر سکے۔ پیرے نے تو آپ اس باپ سے بھی پرسہ کر ہیں۔“

حضرت اس آغاز کو سن کر منکرئے۔ حارثہ اور کعب نے یہ فیصلہ مستعار چیرت سے سرپرکو کر دیکھ لگے۔ وہ یہ کیا سن رہے ہیں؟ کیا دیکھ رہے ہیں؟ وہ کونا تعاقب نہجاں نے اپنے اصریتی کے عاقن کو مکرت قاش دی ری تھی؟۔

”زید سیام ہوئے ہیں اور آپ حارثہ چھوپیں جیفت ہے تم پرما۔“ تم غلامی کو آزادی پر نزدیک دیتے ہو۔ باپ کے مقابلہ میں رحمی انسان کو پس کرنے ہوا۔ آخر تھیں

ہوا کیا ہے؟۔

”پہلی بار زید نے باپ کو نظر بھر کر دیکھا۔ ان کی آنکھوں سے کسی بلند ترین حقیقت کا نظر بھلک رہا تھا۔ روح ترکب کریا شے آگئی تھی اور جسم چھپ گیا تھا۔ ایسا لگنا تھا چیزیں وہ بالکل مختلف ترید ہیں۔ حارثہ کے غون سے نہیں ایمان کے نور سے ڈھالے ہوتے۔“

”ہاں میں بکھر دھواس کے ساتھ یہ فیصلہ کر دیا۔“ عرفان و خدیدگی میں ڈوبی ہوئی آداز میں زید نے حباب دیا۔“یہ اس ذات گرامی میں ایسی خوبیاں دیکھی ہیں جو کسی بھی دوسرے میں نہیں ہیں۔ آپ لوگ مجھے بھول جائیں۔ میں اب کسی کا تھیں کافر خدا اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوں۔“ یہ الفاظ زین و آسان کے درمیان لگنے اٹھے جھوٹتیاں اور زید کے باخوبیں باخوبی دلے ہوئے مقام جھک کے پاس اگر پکار اٹھے۔

”لوگوں گواہ رہنا زید نے سیمسرا بیٹا ہے۔“

کیسا بیکار تھا یہ تعلق یہ باعثی تعلق جو ایمان اور صفات کی بنیاد پر دو انسانوں میں قائم ہوا تھا!۔ زید بہر حال ایک زخمی غلام کی جیشیت سے چھوٹ کی نندگی بینا داعل ہوئے تھے۔ چھپی ناک، گند بی رنگ اور پست قد کے اس ”غلام“ کو بھوٹے سے بھی یہ گمان رہ گواہو گا کہ مکر کی انسانیت سوزا اور انسانیت قوش آبادی میں کوئی انسان اس کو سینے سے نکالے گا۔۔ ان کی آداز سنتے ہی بے اختیار گھستے تھکل ایما کرے گا اور ان کی پیشانی کو، غلامی سے داغدار پیشانی کو لے کر پاہ ہو تو گوئے چوم یا کرے گا اور اس طرح ان کو قین دلا دیگا کہ ”غلام“ اور ”آقا“ دونوں خدا کے غلام اور بناء ہے۔

حضرت مالک شرہ کا ایمان ہے کہ جب کسی زید یا ہر کسی اور دروازے پر چھوٹ کو پکالنے تو آپ نواہ کی جاں میں ہوں ہو جاؤ اس پیکار پر دھستے تھے اور زید یہ کی پیشانی کو فروط شفقت سے ہو سے دیکھان کی عائیت معلوم فرماتے تھے۔ ایک مسلمان میں

پاس نہیں ہے۔

یہ تاریخ حضور اور نبی کی تاریخ کی خاتمی بھی حضور کے ان پہاڑتے والے صحابہ پروردی شان سے زندگی جو معرفت کہ حضرت عوام اللہ علیہ وسلم کے دیانتے تھے بلکہ ہر اس انسان کا اہم ہر اسٹنٹ کو مجید دل وچان سے پیرا کرنے تھے جس بھر خود کی وقت بھر کی تکمیل نہیں ہو۔ چنانچہ حضرت ابو یکش صدیق رضا اللہ عنہ نے جس وقت مکہ شام کو جاتے والی فوج کا سپریال اس حضرت زینت کے صاحزادے حضرت اسماعیل کو بناتے کا اعلان کیا تو دنیا بیرون سے ٹنڈہ ہو گئی ہے۔ ٹنڈے ہونے کو شمندہ دل کی سمجھ میں نہ آیا کہ اس کمن لڑکے کو یہ تاریک ذمہ داریں کیوں ہوئی ہماری ہیں۔ خلیفہ وقت نے جب لوگوں کے مظراض کا بواب دیا تو علوم ہوا کاشتھی رسول کا جذبہ ہے یہ یک اس نیضہ کے پیغام نظر میں کام کر رہا تھا اور یک صدقیۃ کی نظر میں اسماعیل کی عفت سکتے ہے بات کافی تھا کہ اللہ کے پیارے رسول نے ان کو عفت کی خاص نظر سے دیکھا تھا۔ اور یہ کہ اس اثر اس انسان کی میراثتے جس نے عشق رسول کے آگے جیات دنیا کے حصے میں تین تعلقات پر ملکوں ساری تھی۔ ”جس کو رسول اللہ نے سردار بنا یا ہو“ خلیفہ وقت نے شدت جذبات میں اعلان کیا ”تم مجھ سے بچا ہے تو کریں اس کی سرداری میں ہوں ہوں؟“ — رسالت کی تھا جو جوت سے دیکھے ہوئے ہیں اس نعرو شوق پر تیری سے دھکے کر لے اور عشق رسول کے شرک جذبہ سے اسماعیل سرداری کا فیصلہ دل وچان کو تسلیم کر لیا۔

پھر جب اسماعیل ملکے پر سوراہ بھر جگ کے لئے روانہ ہوئے تو اندرا اور ملک شاہ کی ساری دنیا کی تکمیل مخفی رسول کا ایک ایسا جذبہ دیکھدا تھیں جس کو دیکھ کر وقت طاری ہو جائے۔ اس امر سے کو رخصت کرنے کے لئے خلیفہ وقت ایک ”قلام“ کی طرح پیدا ہوا چلا اور ہا تھا۔ ایک ”قلام“ کا بھی سردار کی شان سے مگوڑے پر سوراہ خدا ایک سردار از از — ملک عربی کے بعد سب سے بڑا مسلمان اس کو خرچنے خفیہ تر دینے کے لئے اپنے کپڑوں پر اپنے ہوں کو جہارا تو کر دیا تھا۔ یہ خلیفہ کو حضرت اسماعیل کا نبی گئے اور کہا۔

جوہر انسانیت کی آب فتاب دیکھ کر حضور نے جس ذرہ فوازی قدر افزائی اور در دنی کا مظاہر فرمایا تھا اسی کا تجربہ تھا کہ نبی حضور پر دل وچان سے شاہرا گئے تھے۔

ایک طرف زینت کے جھونوں نے توحید درسات کی گردی پر بھرپور، ماں باپ اور وطن کی بوری دنیا قیام کر دی تھی، تو دوسری طرف حضرت عوام اللہ علیہ وسلم تھے جھونوں نے ایک نذر خرید ”علام“ کو اپنی حقیقی بھروسی را میں حضرت زینت کو بیاہ کر عسرے کی اسی پرستی کے بت پاٹیاں کر دیئے تھے ایک طرف زینت کے جو طائفی کی نازک ٹھاکی میں اس وقت حضور کے لئے گدید پیر تھے جب کفر کیسے رحم طائفی کی حدقت کے فوری پر ترین پھرداز کر دی تھیں۔ تو دوسری طرف حضور علیہ جھونوں جس قومی جسم پر زینت کو دانست کیا اس کی پیغمبر اسلامی کا تالع زر نگاران پیئے اسی غلام کے سر پر دکھا۔ آخری مورک غزہ مورث میں بھی چان حضورت زینت خدا کی راہ میں شہید ہوئے۔ تین ہزار جان بارزوں کی کائنات کے ہاتھوں میں دی جا ری تھی تو حضرت جو حضور حضور کے گھوٹے سے کہا تھا۔

”بیڑا خیال تھا کہ اس دستے میں مجھے دیکھ کر اسکی ہاں نہ آپ مجھے دیں گے زینت کو خون...“

”چھپ رہا“ زینت کی عللت کوشک سے دیکھے ولی کو خدا کے رسول کے تشویہ کی تھی۔ ”تم نہیں جانتے کہ خدا کے نبی کو زیادہ بہتر ہے۔“

پھر جب یہ بہتر بندہ خدا“ شہید ہو گیا اور اسی کی شہادت کی خبر حضور نکلتی تو آپ سے اختیار اشکار ہے گے اور ملکوں اماماز میزید دعا آپ کے ہونٹوں پر جہاری تھی۔ اسے خدا زینت کو خشنے سے اسے خدا زینت کو خشنے سے!“

عشق رسول کے سوریکار نے زینت کوں بلند ہوں پر سچا دیا تھا، اخنوں نے حضور کو اس طرح جہا بار کر خود حضور اپس کو ایک عبوسہ۔ ایک لخت جگ۔ ایک بیٹے کی طرح جا پہنچ کر اور پھر دنیا کوئی فرق نہ ناٹکیں ہو گیا کہ کون جاہنے والے ہے اور کس کو جہا جا رہے ہے! — محبت اور محبت فوازی کی تاریخ ایک ایجنبی مثال تاریخ ہے جو توحید درسات کے سواد نیا میں کسکے

## حضرت ابو بکرؓ اور فاروق عظیم

ان دو عظیم صحابیوں کے حالات آپ نے الگ الگ تو پڑھے ہی ہوں گے۔ لیکن اس کتاب میں ان دونوں کے باہمی تعلقات کے درج ہیں اور یہاں افروز حالات کو اکٹھا نہ سہ رہا ہے۔ عربی سے ترجیح۔ جلد پونے سات روپے۔

## ختم و عینی

یہ بھی طہہ حسین ہی کی تالیف ہے اور ان دونوں محدثین صحابہ کے تعلقات اور متعلقہ کو اکٹھ پر اپنی قسم کی واحد پیزی جلد بارہ روپے

## ہندی سکھنے والی ماہر انگلی کتابیں

ہندی اور دو ماہر ..... ہندی ہے  
اوہ دو ہندی ماہر ..... ہندی ہے  
ہندی اور دو لغت ..... ساٹھ تین روپے  
اوہ دو ہندی لغت ..... ساٹھ تین روپے  
ہندی دفتری مدراسات ..... دو روپے

## الماموس الحبند

(ایک ریچ الشان اردو عربی مذکوری)  
بے شمار اردو الفاظ کے عربی مترادفات۔ کئے علاوہ اس میں ضرب المثال خادرات اور زبان کئے تغیرات کا ملاحظہ رکھا گیا ہے۔ ضروری مقامات پر تصاویر کے ذریعہ مفہوم کو واضح کیا گیا ہے۔ مفید، بیش قیمت اور جیل القرآن عربی سیکھنے والوں کے لئے خاص تجھے۔ سات روپے۔

لکتبہ تحملی دیوبند (یو۔ پی)

"اسے رسول خدا کے جائیں! یہ آپ کیا کردی ہیں؟ یا تو آپ سوار، بھائیں، درد، اس امر بھی فرشتی خاک پر اترکے گا؟"

یہیں علیقہ وقت کو عشق رسول کی محبت میں مرا فرازی دھرا فلکنگی کے مسائل پر خود کرنے کی فرستہ کہاں تھی۔ ان کی آنکھوں کے سامنے خاص وقت، اضافی کی دو یا دس جلوہ مطری تھیں جب حضور زندہ تھے۔ جب انکوں نے کبھی بیوی دیکھا تھا اور حضور کے ایک دلائل پر حضرت حسن ہیں اور دوسرے پر اسلام کی دلائل ہیں۔

اور آس حضرت ان کو اس طرح بوری دے رہے ہیں اسے خدا میں ان سے پیار کرتا ہوں آپ بھی تھیں، پنجم جدت کے سامنے میں رکھے گا۔"

بھی چھوٹے سے اسلامی اس حالت میں حضور کے سامنے آتے ہیں کہ ان کی ناک بھرپوری ہے تو خدا کا رسول پیش نہیں ان کی ناک صاف کرنے کے لئے اگے بڑھتا ہے۔ حضرت مائشہؓ پر صورت حال دیکھ کر ترکیب جاتی ہے۔ "اے خدا کے رسول! یہی سے ہوتے ہوئے آپ یہ نکابیں نہ فرمائیں۔" لیکن رسول خدا پاٹ کر دلی جواحت اور دلسوی کے سامنے جواب دیتے ہیں "اے مائشہ! میں ان سے محبت کرتا ہوں۔ تم بھی ان سے محبت رکھو۔"

حضرت ابو بکر صدیق رضا کی اس محبت کو جب اسلام کے ہمراہ تو زافاً پرے جا ب دیا۔

"تھیں ایچھے اسلام! ۔۔۔ تم اسی طریقہ پڑھے رہو گے! میں اسی طرح اپنے قدموں کو غباراً لوکر کنا چاہتا ہوں ۔۔۔ اسے اسلام! ۔۔۔ یہ تو خدا کی راہ کا گرد و غبار ہے ۔۔۔ یہ عشق رسول کی گرد زادہ ہے ۔۔۔ اس میں کیا حر جھے الگ، گرد و غبار سمجھے لت پت کر دے! ۔۔۔ اسے اسلام کیا یہ وہی حسین راہ تھیں جس پر ایک قدم اٹھلنے کا انعام سات سو نیکیاں ہیں ۔۔۔ مجھے اس راہ کی گرد سے اٹھا جاؤ دیکھ کر تھیں ٹھیک ہیں خوش ہوں چاہئے۔"

خرید اور حضرات عطا و کتابت میں اپنا غیر بداری تبریز روپ تھیں۔

# تجدد اسلام

<h3>تجدید تصوف و سلوک</h3> <p>اسلامی اور غیر اسلامی تصوف کی مسوط بخشیں۔ طبے ۳۲۶ صفحات قیمت پونے دس روپیے (محلہ)</p>	<h3>آئش عالمگیری</h3> <p>شمشاہ فالمکر کے پھاس سال درود حکومت کے ضم دین عالت۔ طبے ۳۲۸ صفحات قیمت پونے دس روپیے (محلہ)</p>	<h3>تجدید دین کامل</h3> <p>مسلمان کس اہ پر علما نی عظمت رفتہ وابن پلے مکتے میں؟ اس سوال کا فصل جواب۔ طبے ۴۰۰ صفحات پونے دس روپیے (محلہ)</p>
<h3>تجدید معاشیات</h3> <p>اسلامی اور غیر اسلامی معاشی مسائل کا تقابلی مطالعہ۔ طبے ۳۰۰ صفحات پونے دس روپیے (محلہ)</p>	<h3>تجدید تعلیم و تبلیغ</h3> <p>تعلیم و تبلیغ کے میدان میں تحریری اور اصلاحی راہبوں کی مفصل تشاریحی۔ طبے ۴۰۰ صفحات چھ روپیے (محلہ)</p>	<h3>التشسف</h3> <p>تصوف کے موضوع پر مولانا اشرف شیخ تھاروی کی مفصل کتاب۔ طبے ۴۰۰ صفحات پونے گزارہ روپیے (محلہ)</p>
<h3>مقالات احسانی</h3> <p>تصوف کے موضوع پر مولانا امناط الرحمن گیلانی کی سیر حلال کتاب جو تعارف میں بے نیاز ہے۔ سارٹھ چھ روپیے (محلہ)</p>	<h3>سیرت ائمہ اربعہ</h3> <p>ام ابی حیفۃ۔ ام شافعی۔ ام مالک اور امام احمد بن حنبل کے مسنود مقالات۔ پونے مات روپیے (محلہ)</p>	<h3>تدوین حدیث</h3> <p>حدیث کی شرعی حقیقت اہمیت، ضرور، اسکے معیار اور تدوین و حفاظت دیگرہ کے یاد میں لابواب مواد۔ سارٹھ چھ روپیے (محلہ)</p>
<h3>اشراف الجواب</h3> <p>اس میں مولانا اشرف علیؒ کی شہرہ آفاق کتاب جیسیں وائل گناؤں اعترافات کے جوابات دیجئے ہیں ایک روپیے (محلہ)</p>	<h3>المصالح العقلیہ</h3> <p>مولانا اشرف علیؒ کی شہرہ آفاق کتاب جیسیں اسلیمی احکام کی عقلی مصلحتیں افسح لی گئی ہیں سارٹھ چار روپیے (محلہ)</p>	<h3>حیات انورؒ</h3> <p>دوسرے آخر کے محدث علامہ ایزد شاہ صفاتی کے کمالات ملی پر پاک تفصیل نظر۔ چار روپیے (محلہ)</p>
<h3>مقالات جمال الدین افعانیؒ</h3> <p>اپنے دور کے مجدد علماء جمال الدین کی فرمادات چار روپیے (محلہ)</p>	<h3>تقاریر باما مغربی</h3> <p>اہمیت نام ہی سے ظاہر ہے۔ قیمت سوا درود پے (محلہ)</p>	<h3>اشاعت اسلام</h3> <p>اسلام از مولانا عاشق الہی بر طبق چاہ زمزم سے لیکر وصال بھوئی تک تفصیلی حالت سات روپیے (محلہ)</p>
<h3>سیرتہ العثمان</h3> <p>ام ابی حیفۃؒ کی سیرت پر مولانا اشیعی کی شہرہ آفاق کتاب۔ تین روپیے۔ (محلہ چار روپیے)</p>	<h3>مکتبہ تحلیٰ دیوبند (لے پی)</h3>	<p>اسلام کس طرح بھیلا ۱۹۶۱ء کے باڑیں رب سے مفصل اور چھپ کتاب۔ چھ روپیے۔ (محلہ سات روپیے)</p>

ستقل عنوان

ملابن العربی

# مسجد مسیح نازکو

یکرہ آتا ہو کہ طلبے یہ کر دیا اور ملنے وہ کر دیا۔  
سیر الٹے والا باختصار سرکاری بھی ٹک گیا۔ معاملہ  
بینے تک معلوم ہوا تھا۔ ان کے خلاف اور بھروسے بچے ہے یہ  
اندازہ کرنا مشکل ہیں تھا کہ آج کوئی خطرناک ارادہ نہ کر  
آئے ہیں۔ ”صیحت“ کی ثوہ کو اخنوں نے تجویدی قاعدے  
کے باکل خلاف طعن کی آخری تہیہ سے نکالا تھا جو ان کے معاملہ  
میں پہشہ اس بات کی علامت رہی ہے کہ کسی نہ کسی کو کجا ضرر  
چاہیں گے۔ خیرت اسی میں نظر آئی کہ جب تک وہ ہیں غسل  
کو ملتی کر کے صرف کان لگائے پر اتنا کیا جائے۔

”ترشیف رکھئے بھیتا۔ ملاش کی آواز آئی“ میں چائے  
 بتاتی ہوں۔ سوچی کے شکر پاکے بھی بتائے تھے وہ بھی چکھے  
 لیجھے گا۔

”بالکل نہیں۔ جب بھی کوئی شکایت لیکر آتا ہے کم سے  
کم ایک وقت کی بھوک تو غارت ہو ہی جاتی ہے۔“  
”لے ہے بھیتا۔ آپ بھی کس کا اثر لیتے ہیں۔ اتنی تعداد  
ہی ایسی ہے۔“

”عادت کس چڑیا کا نام ہے۔“ وہ غراء ”نمہیش  
اس کی خاشتوں کو مخصوص تکاریگا۔ دنے کی کوشش کرتی ہو  
بھی جبرت ہے تمہاری زمان سے کبھی اس کی شکایت ہیرے  
کا ذریعہ ہیں نہیں پڑی حالانکہ وہ تمہارا بھی ناک میں ضرر  
روکھتا ہو گا۔“

”نہیں نہیں بھیتا۔ الا قسم وہ استثنے پرے نہیں بتنا  
آپ سمجھتے ہیں۔“ نیکہ کی آواز میں طریقہ شفقت تھی۔

علوم نہیں صوفی بدر الدین کی کہانی میں کیا جادو ہے،  
ہر بار کوئی نہ کوئی رکاوٹ پیش آہی جاتی ہے۔ بھلی باہن اس سے  
نے ”انگ اڑا دی اور اس مرتبہ تو...“ لس پھر نہ پوچھئے۔

میں طریقہ سے طریقہ صدی خودہ پہنچانے سے حصل ملتا  
ہوں۔ آپ مجھے سایہ کی جوئی سے جرا کاہل میں حکلادیہ پیچے  
الشاء اللہ شام ہی کوہنستا حصلتا آپے آملوں گا۔ آپ ہر سے  
پہنچ پر ماخیوں کی فوج بھڑکی کر دیجئے جو سہنسہ اور گائیکے معمول  
میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ یقین مجھے بھر کی پوری پوری ایسی  
میں نے سوکر گذاری ہیں۔ کیا جمال ہے عشق کے زیر گل ازالہ  
نے ہیری صوت پر درا بھی بُر اثرِ الہ ہو بلکہ۔ خدمات  
کوئے تحریک سے یہ اندازہ ہو اے کہ عشق جتنا جتنا دا شہر ہوتا  
جانا سے بھوک آئی اتنی ھلکی جاتی ہے اور کھلنے کے بعد مخفہ  
یہاں کوئے بغیر چارہ نہیں رہ جاتا۔

لیکن اس بار جویا مدت بکری مجھ پر ٹوٹی ہے اسکو حبیل  
جانے کی سکتی میں اپنے اندر نہیں پارا ہوں۔ سکت دن پانے  
کا مطلب یہ ہے کہ بھوپڑی گندے انڈے کی طرح ہل رہی ہے  
اور کہانی لکھنا تو درکثمار صوفی بدر الدین کا نام ناک یاد نہیں  
اڑ رہا۔

ٹھہراؤں کے ایک منجوس دن میں اپنے پڑھتی بڑا اخراج  
موڑ لئے غریب خانہ پر تشریف لائے۔ بیش مل خانے میں بھا۔  
وہ اپنی بہن سے کہنے لگا۔

”تیرہ ایں تو ہاجز آگیا ہوں اس خصیت سے۔ اب  
تو آٹھ دن بھی ایسے نہیں گزرے جن میں کوئی یہ تکابت

آخر کوئی پیڑے ہے۔ کسی کو بارڈالنا آسان تو نہیں ہے۔  
”زبان چلا کے جاتی ہو۔ قانون ترددوں میں جان نہیں  
ڈال سکتا۔ بڑی آئیں قانون والی۔ جاؤ تھاڑی محنت کی  
وہ بچ گیا، ورنہ پچھلے ہی جیونے جنگل شاہ کی درگاہ کے سامنے اسے  
چاراؤں سینوں نے ٹھیر لیا تھا۔“

”ہائے اللہ۔ بچھوڑا ٹھوں نے نہیں بتایا۔“

”بات آکی۔ وہ ایسے خلوات کو اہمیت ہی نہیں دیتا۔  
حالانکہ یہ بہادری کی نہیں: یا بھی کی علامت ہے۔ کسی دن بات بھل  
آئی تو ضرور تمہیں حرمے سے لیکر منا شے گا۔“

”تو کیا ہوا تھا؟“ بہن نے دوسرے طرف سے سوال کیا۔

”میرا سر مر ہوا تھا۔ بھائی صاحب جعلائے۔ ابھی تمہیں  
کہاں سار سٹایکروں گا خپٹی۔ امن۔ دھدک لینا یا تو پاگل  
ہو جائے گا یا جیل میں ٹھوٹ جائے گا۔“

”ج... جیل میں“ لام ٹھیک نہیں۔

”اور کیا جنت ہیں۔ چار میں سے ایک کا سر چاڑیا۔ ایک کے  
چار دانت توڑ دیتے۔ مردود نے دھلائے کہاں سے باسٹگ بھی کوئی  
لی ہے۔“

”اللہ تو بے۔ کیا ہلوں سو سر بھی پھٹ جاتا ہے۔“

”ہستغیر اللہ۔ ارے کسی کو کی بڑک پر بنگوں تو کیا سریں  
بال اگیں گے۔ اُخھ۔۔۔ تمہیں بھی اس کے اثرات کافی آئے  
ہیں۔ باشیں بات نکالنی ہو۔“

پچھے دیر غاموشی رہی۔ ہولناک پر اسرار غاموشی۔ پھر  
بھائی صاحب نے فصلوں کی پیچے میں کہا۔

”میں نے مٹ کر لیا ہے کہ اب اسے بھی باختی پابندی سے  
دنتر آنا ہوگا۔ دن بھر تیڑے بھائی پھر تباہی اسی سلے اور بھی لغوات  
سوچتی ہیں۔ آجائے تو کہدیا تو فراوجھ سے مٹ۔“

اہم طرح ایک پیاسنی سرداز ادکنے کے پیروں میں سیریاں  
ڈال دی گئیں۔ شاید اسی سیئے شاعر نے کہا تھا۔

”بھین ہی سے لکھی تھی مقدمہ میں اسیری  
مال پاپ کہا کرتے تھے دل بند جگر ہندے

”مت بکر“ دھدھاڑے ”بڑائی کے کیا سینگ ہوتے ہیں۔  
جس کا دیکھوڑا ماغ چاٹ جائے گا۔ جسے دیکھو بیوقوف بنائے کی  
کوشش کرے گا۔ چلو اس پر بھی صبر کرو، مگر رادنگی چاروں  
ھناف کر ادینا اور بھادروں وغیرہ کو طحی سے تنگ کرنا  
شیطنت نہیں ترا اور کیا ہے۔ آج ہی سنو کیا ہوا۔ صوفی  
قدیم صاحب کی تھے۔ بتائی ہے ہر کو ملانے ان کی درگاہ  
کی کسی زائرہ کوہر کا سکھا کر ان سے بخرا کر دیا ہے۔ درجاء دریں  
بھی فاتح ہیں۔ ایک پر طراس ٹھوٹن کا شہر میں لگا ہوا ہے کہ  
پیر زلفت دراز کا مزار فراڈ ہے۔ اس میں ایک تشریفی دفن ہے  
جو شریعت کے دھوکہ میں پنچھری کر گریا تھا۔ بتاویہ یا میں قابل برداشت  
ہیں؟“

نیک کی گھنی گھنی ہنسنی بلند ہوتی مگروراً بہریک بھی لگ گی۔  
 غالباً بھائی صاحب نے لالی میں نظر و سے ٹھوڑا ہو گا۔

”یہ اپ کیسے کہہ سکتے ہیں بھیت اک دھوڑ پر سڑا ٹھوٹ ہی سے  
لھوایا ہے۔“

”ٹھوٹ سے سیراۓ سے۔ صوفی صاحب ایک پر طراس  
کے دروازے سے چھڑا کے لائے ٹھوٹ کا الفاظ لفظ منہ سے بول رہا  
ہے کہ کس شریعت کی نزاکت ہے۔“

ایک سچھ قاموٹی رہی۔ ملکن عالمہ جواب سوچ رہی تھیں۔  
لئے پھر بعد ان کی دبی دبی آؤ اڑ آئی۔

”خیر ہیتا۔ جھوٹ توہہ کبھی لکھنی سکتے۔ پچھے دیکھ اصلیت  
ضرور پڑھی۔“

”چرب زبانی دھت دھلاؤ۔ سچ اور جھوٹ کا اسوا نہیں  
سچ توہ بھی ہے کہ تھاڑی ہیلی نہر وہی شرسیل دا۔ غالباً جانی ہنسن  
ہیں مگر وہ اپنے آپ کو صلی سید تسلیتے ہیں پھر کیا میں ان کی شہری  
ہیں اشتہار شائع کروں گا؟۔ تم باتیں بنائے جاؤ ہو گا ایک دن  
یہی کر کوئی لے جان سے مار دے گا۔ جان سے نہ ہی اتنا ضرور  
مالے گا کہ وہ اپنے پیروں سے ٹھوٹ نہیں لوٹ سکے گا۔“

”ہیں پھر سوچ میں ٹھیگیں۔“  
”وہ ہے کہاں؟“ دھنگا بھائی صاحب نے سوال کیا۔  
”جی۔۔۔ جی ابھی تو نہیں تھے۔۔۔ مگر بھیتا قانون بھی تو

خیر پڑھے روز تو ڈھانی سے قبل مسجد جانے کی نوبت نہ آگئی  
لیکن یہ نہایت لوح فرستا تھا۔ روح فرسایوں تھا کہ نماز سے قبل میں  
ہوشیں میں ایک پیالی چلتے ضرور پیانا چاہتا تھا۔ بارہ بجے دنتر سے  
اٹھنے کے بعد ایک بیچے تو گھانے ہی سے فرا غت ہوئی تھی۔ پھر  
قلوبے کے لئے تک رسیدھی کرنے میں ڈھرنا ہج گیا اور پھر دھنے  
لکھ لیتے ہوتے خبار کی دو جاری مسخر خان پڑھیں تو نئے دو  
ہو گئے۔ خبار پڑھنے پڑھنے شیخی نیند کے گھوارے میں بخچ جانا  
میرا روز کا معمول تھا۔ آج بھی ہلکا ہلکا نشانے لگا تھا اگر  
قہراہ طیور بجان ملا ٹھیک ہونے دو پر اٹھ جانا پڑا کیونکہ طیور  
صاحب کا زمان یہ تھا کہ دیوی ٹپر ہمیشہ پائی منت پہلے ہوتا۔  
... ٹپنہ ٹپنی — لعنت ہے اسی ٹپنی پر۔ نیند اکھوں  
بھری ہوئی تھی۔ میر يقول شاعر افسوس پر ہونے کی بحث  
بایر دش محسوس ہو رہا تھا۔ ایک پیالی گرم چائے اس وقت  
ہوئی کام کرنے جو... جو اسے کرنا چاہتے۔

آپ صبح رسمی ہوں گے کیوں نہ سوا دو بجے ہی ہوں سے  
دنتر سی میں چائے منگا کر مزہ بردار کی گئی۔ یہ کیا ضروری تھا  
کہ ہوں ہی میں جایا جاؤ۔ تو سمجھ لجئے آپ غلطی پر میں جھوہریت  
اور ازادی کہیں اور آئی ہو تو آئی ہو کم سے کم دنتر تک میں نہیں  
آئی۔ ہیا وہ دل کی طرف تھے وہ انگریز کو ہمیں نصیب نہیں ہوئی۔  
مشائی قائم کی چائے کا وقت گرسوں میں چار اور پانچ کے مابین  
مقرر ہے، لیکن اوقات نماز کی طرح وہ مسکم کی معمولی تبدیلوں  
کے ساتھ یہ لما بھی رہتا ہے۔ سڑکی گرمی میں ٹھیک پانچ تھے  
کم گرمی میں چار بجے۔ دریائی گرمی میں ساٹھے چار بجے۔  
جاڑوں میں ہیں بجے۔ سخت بر قافی جاڑوں میں دو بجکر رسول مفت  
پر۔ اب کیا جاں ہے اوقات کے خلاف کوئی چائے کا تصور بھی  
کوچک۔

ان دونوں ساٹھے چار کا مامن تھا۔ اشاف میں سے کسی  
کی بھی مجال نہیں تھی کہ اس سے قبل چائے کا آج بھی لے سکے۔  
— بتائیے مجھے آذان سنکر خدا کیسے زیاد آتا!  
جماعت میں کتنی رکعتیں ہوئیں یہ یاد نہیں۔ میں یہ ضرور  
یاد ہے کہ آج ظالم امام صاحب تے قیام بہت طویل اور سجدہ سے

العلمنہ لہ۔ صبح سات سے بارہ تک پھر دو سے پانچ تک  
پرے آٹھ گھنٹے کی ہوش براظیوں۔ اس دوران میں صرف ایک ناز  
کا وقت آتا تھا۔ یعنی نہر کا۔ عالمات میں یہ نماز بارہ ہفت سے  
زیادہ نہیں لیتی، لیکن محیت میں خدا بڑی شدت سے یاد آتا ہے۔  
چانچوں سواد پر آذان سُننے ہی میں دفتر سے اٹھ گھوڑا ہوا۔

"کہاں پڑھ؟" وہ ڈپٹ کر لے۔

"آذان کے بعد سوائے سجدہ کے کہاں جایا جاسکتا ہے۔"  
میں نے نہایت عایدہ اندازیں کہا۔

"یہ مغرب کی آذان نہیں ہے۔ بیٹھ جاؤ۔"

میں ان کے لئے بھی گرج سے سہم کر بیٹھ تو گیا۔ مگر اندری ہمہر  
خون اونٹ رہا تھا۔ اسے فرعونیت نہیں تو عاتاش ہی پھر وہ کہیں  
کہ وہ جادو کے حوالہ میں بھی دخل انداز ہو رہے تھے بھیجا چاک  
وہ عربی تقریباً یاد آیا جو کچھ روز پہلے انھی کے ایک فہرتوں میں پڑھا تھا  
میں منہستا یا۔

"لذت اعماقِ الْمَخْلُوقِ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ۔"

وہ بیری منہاڑت سنکر ایک سکنڈ کے ہتلہ دین حصے کیسے  
سکراتے پھر ہونٹ پھیکر کڑوی نظروں سے بھیجھوڑا۔  
"یہ قلم روک کر کیوں بیٹھ گئے" انھیں نے خشک پہچا

۔ میں پوچھا۔  
"بات یہ ہے جاپ۔ آذان کی پکار سُننے کے بعد دل و  
دماغ کسی دنیاوی کام کے قابل نہیں رہ سکتے۔ منیں غیر وہی  
تو پڑھنی ہیں۔"

"دیغرو تو جسی قم پڑھنے ہوں خوب جانتا ہوں۔ میرا  
خیال ہے منیں ہمی شاید تم نے عرصے سے نہ پڑھی ہوں۔"  
میری ٹھوڑی سے شعلہ سا اٹھا۔ یہ شعلہ اسی سنکر پہ

کارہیں منت تھا جو مشی شہید الریاض کے ہزوں پر نظر  
آرہی تھی۔ وہ دوسری میز پر شمع قلم چار ہے۔ تھا اور مسکراتے  
ہوئے انھوں نے لکھیوں سے مولوی برہان الدین کی طرف بھی  
دیکھا تھا۔ مولوی برہان الدین ہزوں سے قویں قشیر ہے تھے  
مگر ان کی ناک اس طرح سکڑتے ہوئی تھی جیسے ابتدی ہوتے تھے۔  
اندر ہی اندر رُسٹک بھے ہوں۔

الحال چائے مل ہی گئی۔ ٹھیک ساڑھتین بحث نہ ہے جب میں اگردن لٹکائے دفتر میں داخل ہوں۔ یقین تھا کہ آج نبھی شعری گایاں ضرور نہیں کوئی گی۔ مگر میں سا آمد کہ خا۔۔۔۔۔ تو بہ۔ بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے۔۔۔۔۔ مگر یہ بھی نہیں۔۔۔۔۔ موقع کے لئے شاعر نہ کوئی ضرور ہے کوئی صورت جو ذہن کے کسی درود افتادہ گئے میں کہلا رہا ہے، لیکن حافظہ کی گرفت میں نہیں آ رہا۔ انہوں نے صرف ایک خلا اداز سی نظر بھی پڑا۔ اور اپنے کام میں لگے رہے۔ میرا حال ہے یہ انہوں نے غفلت میں ہی کی درود اشاف کے سامنے ملوا ہیں تکریں شاید ان سے لڑی جاتا۔ پھر دوسری عالمی یہ کی کہتا کہ غرب خانے پر تشریف لا کر پہنچے تو دل کی بھڑاس نکالی پھرے رعامت دے ہی دی کہ چاۓ اندھار دنوں سے خالی ہو کر دفتر حاضر ہو اگر وہ۔

دفتر میں بہرے پردہ فی الحال پتے تھے کام ہوا تھا۔ ویسے تو خردوار کے چھپے ہوتے رہتے ہیں، لیکن چار بار بھی سو بھر بھی ایسے باقی رہتے ہیں جن کے چھپے کی نوبت فری طور پر نہیں آتی۔ یہ کام میرے لئے سخت ہو رکھا تھا۔ نقل را پھول گویا ایک لگہ میں اونچے عرب میں کوئی نہ سوتا ہیں وہ گا۔ میری تعلیقی صلاحیتوں کا یالم ہے کہ الگ بھی اپنے سوچے یا خط کی نقل کرنی پڑی ہے تو وہ بھی کبھی جوں کی توں نہیں ہو سکی۔ ایک زمانے میں میں کتاب بھی تھا لیکن دو گوں نے مجھے کام دینا اس لئے چھوڑ دیا کہ ان کا خالی تھا میں سورج میں حذف و اضافہ کر کے کتابت کرتا ہوں۔

آٹھ دن بڑی بیڑا کوں کیسا نیت کے گذے۔ بارے نہیں ن کچھ فضادی میں ٹھیک ساڑھتین بھے اپنی بیڑ پر پہنچا ہیں تھا۔ غراہٹ کی آواز سنائی دی۔

”ادھر آؤ“

خدا خیر کرے۔ غراہٹ بیڑی تداری تھی۔ میرے بھی ا تو ایک سلبا ساختہ ایڈٹر صاحب نے میرے آگے بڑھا دیا اس کے ساتھ پتے کی ایک چٹ بھی پن سے تھی تھی۔

”اسے پڑھو۔“

میرے نے قصیل کی۔ خط کیا تھا انگاروں کی۔ انگلی تھی۔ لکھے دے تھیں کے خرید اور ہی تھے۔ انہوں نے بہت کچھ کہنی ان کی سنا نہ

بہت محضیر کئے تھے۔ حالت قیام میں ایک بار تو نہیں۔ نے میرے قدم اکھاڑا ہی دیتے بھلکل برا برداں لے صاحب کا سہارہ لیکر سچھا لٹھا اور ان صاحبوں نے تو میں اکر کر کھو میں کہنی تھی۔ رسید کر دی تھی۔ مام حالات میں میں ضرور غصی دیتا کہ ان کی تاز فاسد بونگی دیکھی فی الحال تو خود اپنی نماز کے بائیں میں فوٹی زیر خود کھا۔ کھوفے کھوڑے سونا مفسدہ نماز سے یا نہیں یہ سکلا بخشی زیر تک میں نہیں ملا۔

سلام پھیر لیا تو آخری دو سنتوں کا تمبر تھا۔ ایڈٹر صاحب کے ساتھ ہی میں نے بھی بیت بازدھی لیکن مجاتے ہو تو نہیں کیے سوال انجھر کے سامنے آگیا کہ اگر نازل ہی رفتار سے متین پڑھی گئی تو وہ پی ایڈٹر صاحب کے ساتھ ہی ہو گی پھر ظاہر ہے ہوں کام سوال ہی سدا نہیں ہوتا۔ یہ بھی جی سا آئی کہ بغیر سنتوں کے بھاگ جلوں لیکن اس میں قباحت یہ تھی کہ دو بہت دی ہو ٹلوں کی بھیان گرسیوں کی دوپہر میں عموماً تمہرہ ہی رہتی ہیں۔ جاتے ہی چالے میتر آتی جو بال تھی۔۔۔۔۔ جب تک بھی گرم ہو کر چاہئے پہنچنے کی نوبت آتی ایڈٹر صاحب سجدتے واپس آئیتے اور پھر دفتر میں مجھے دیا کہ چپراسی ہی کے ذریعے طلبی ہوتی۔

بہتر بھی معلوم نہ اکر سے ایڈٹر صاحب کو رخصت پولینے دیا جاتے۔ اس صورت میں وہ بھی گان فرما لیں گے کہ شاید نوائل پڑھی جارہی ہیں۔

وہ سنتوں سے فارغ ہو کر مرے تو میں بھی بھلی بی رکعت میں تھا۔ وہ بھلکل۔ بھلکل کردیوار کے سہاٹ کھٹپی ہو گئے۔ میں کھیوں سے یہ سارہ دیکھ رہا تھا۔ ایک بار نظریں چار بھی پڑکیں تو اکی انکھوں میں خون آٹھ بھی کی جھلک تھا۔ میں سجدے میں گلیا تقریباً انداز پار سیچ پر حکمر جو اٹھا تو وہ اب بھی اپنی جگہ موجود تھے۔ دوسرے بھجے میں یہ تعداد میں نے اکھڑ کی پچھاڑی لیکن وہ نہیں سر کے۔ اب تو دوسری رکعت کے قدرے میں ہیں یہ تھیر کر کے جیٹھیا کہ جب تک وہ رخصت نہیں ہوں گے۔ سلام نہیں پھیروں گا۔

آٹھ کاروہ چلے گئے اور میں تیر کی طرح صورتے تھکا۔ منہ تھی تیر کا سیکل کر کوٹاہیں کرتا مگر ان کے معاملہ میں یہ مقولہ بھی غلط ثابت ہوا۔ وہ تو دیواروں کو روڑا رہے ہی پر موچ دیکھے۔ میں نے جھلک دیکھی تو اسلے پیروں لوٹ گیا۔

پھٹے کھاھا۔

..... یہ جو کھٹا پکڑ فرداں کی لفظ طور پرداشت

بھیرا ملکو اڑا ایک ڈھنے۔ میں آپ جیسے عالمیں

ستھانی امید نہیں تھی۔ ۱۰ دھیر وغیرہ۔

بھیری سمجھ میں تو کچھ نہیں آیا۔ میں نے بے تعلقات انداز

میں کہا۔

”میں تھیں اجھی طرح سمجھادوں گا۔ پتے کی چڑ پڑھو۔

یہ تمہاری بی تو لکھی ہوتی ہے۔“

”جیاں... ۱۱ مگر میں کیا شخص ہے۔“ میں نے دل بھی دل

میں پتا پڑھکر سوال کیا۔

”زور سے پڑھو۔ مشی جی۔ مو لوی برہان صاحب احمد

میاں مرغوب میں آپ لوگدھی قتلے گا۔ پڑھو۔“

میں نے زور سے طھعا۔

”مشیر باؤ بنت علیم حوارش علی۔ محلہ جمال گھوٹ۔“

دھنماضدادی دلی ہنسی کی سرسر ایٹوں سے اہراٹھی۔

مشی جی نے تو مخہ پر دوہال روکہ لیا تھا اور مو لوی برہان ناک بھینج

رہئھے جس کی وجہ سے قہقہی کا نار از اضیار کر گیا تھا۔ میاں

مرغوب کھلکھلتے۔ اسے تھکرائی کی طرف ایڑھ رہا جسے قہر کا لود

نکروں سے گھورا تھا جس کے نتیجے میں تھیک ہو گیا تھا۔

”پتا پڑھکتے۔“ میں نے کہا۔ ”یہ صاحب خفاکیات

پر ہو رہے ہیں۔“

”آڑھنے کی کوشش مت کر دے۔ یہ جرکتیں میں برداشت

نہیں کر دیں گا۔“

”اسے صاحب ہلکی ہلکی تو کچھ۔ پتے اور سختیں اگر

فرن نہیں رہ گیا ہے تو اس کی ذمہ داری پتوں کے خبر پڑے ہے۔ میں تو

صرف ٹیپ ریکارڈ ہوں۔“

مشی جی ”وہ دوسرا طرف متوجہ ہوتے“ ذرا یتوں کے

رجیسٹر میں ۴۳۶۶ نمبر کا پتا کھولی۔

مشی جی ہنسی ضبط کرنے کی خاطر پچھے ہونٹ کو داتتوں سے

ذمکے رجیسٹر قرب لئے اور مذکورہ پتاکھوں کو سامنے کر دیا۔

”پڑھواں میں کیا دیکھ ہے۔“ ایڈیٹر صاحبے مجھ سے کہا

”بلیں آواز سے پڑھو۔“

”بیس نے پڑھا۔“ ”بھیر باؤ۔“

”خ کا نقطہ کہا ہے؟“ انھوں نے کھلے ہرست صفحے پر نظر

ڈالتے ہوئے ڈھپ کر دیکھا۔

”بیکر باؤ۔“ ”بیس نے نقطے پر انگلی رکھ دی۔

ان کے چہرے پر بھر ایسا سی چھپوٹ گئیں۔ مشکوں کو صفحے کے

قریب کر کے بغیر معاف نہ فرمایا پھر کرسی کی پیٹت سے ملکے ہوتے ہوئے۔

”بھیں اتنا بھی نظر نہیں آتا کہ یہ سیلی روشنائی کا نقطہ نہیں ہے۔

بلکہ ساہی ماں شان ہے جو تقیا مسحی کی کارگزاری ہو سکتی ہے۔

— آخر تھیں سوچ تو خالہ بھیرہ بالا بھی کوئی نام ہوتا ہے۔“

”چنانچہ راجہ عقل کا قادرہ میرا بنا یا ہو تو نہیں ہے۔

پھر والدھا حب کا نام ٹیکم جو ارش علی سے تو میٹی کا نام بھیرہ بالا کوں

نہیں ہو سکتا۔“

ان کے چہرے پر تھیں کی ایک گزپر پاسی لہر آئی۔

”بیکار سکھ جاؤ گے۔“ یہ کم جو ارش علی سے لہر آٹھی۔

میں نے چھک کر دیکھا۔ ”ارور... اور...“

وہ مجھے مستفسر ان ناظروں سے گھوکے جائے تھے... ”بہوں

کیا پڑھا؟“

”جی... جی بہاں وہ بھی مجھ سے چک ہو گئی ہے۔ مگر

آپ نوں سچے جب شروع ہی میں میٹی صاحب کا بھیرہ باؤ

آجائے تو حکیم نوازش علی کو جو ارش علی پر ہ لینا ایک قدر تی سا

فعل ہے... وہ چھے...“

”خیر خیر۔ آئے گے پڑھو۔“

”اب تو ایک بھی پڑھلدا جمال کر ڈا اور جمال گھوڑ کی

مشابہت سے آپ انکار نہیں کر سکتے۔ آخر ناظروں کو بھی

تی مٹا ہے لگاتا ہے۔“

”بیس چکے اپنی جگہ بیٹھو۔ یہ پہلی شرارہت معاف کرنا ہے۔“

آنکہ معاف نہیں کیا جائے کا۔

پھر اپھیں نے مشی جی سے فرمایا ”آپ مشی جی ان کے لئے

جو سچے چیک کے بغیر نہ جلدے دیکھیں۔“

چوتھے درج پر ایک ہرگاہ کھڑا ہو گیا۔ مشی جی عاجز کا

جسکے پہاڑت کی گئی تھی کہ پاکستان پر ہیں انگریزی کی طور پر تلفیز  
میں نے شہر کا نام اُردو میں اور ڈن لکھ دیا۔ یہ فی الحقيقة مردان  
کو ۵۹۷۵۰ میٹر تھا۔

ایک ہی ماہ میں اس طرح کے ہوئے درجت کار ناموں سے شک  
اُنکے ایڈٹر صادق نے میری ڈیوٹی بلڈری ۔ ڈیوٹی کیا بدی دی  
کھوٹ کھوٹے گئی ناردی۔ ۔ ۔ ۔ (ملازمہ صحبت یافتی)

## علماء سلف و نایابین علماء

یہ کتاب علمائے سلف کے علمی ذوق و شوق کا وہ مصنفنا  
امیر بزرے ہے دیکھ کر دل سرت اور خوبی سے بہرے ہو جاتا ہے تابع  
کی بسیوں فتحیم کتابوں کا عطر۔ تین روپے

## فتح صحیح دلائل الخیر است

حزب البصر کا صحیح لشکر اور قصیدہ برداہ بھی بخ ترجموں کے  
شامل کتاب ہیں۔ حاشیہ پر کامل تفسیر۔ مجلد سو ایک روپے۔

## غذیۃ الطالبین مع فتح الغیب

شیخ المشائخ حضرت شاہ عبدالقدیر جيلانیؒ کے مشہور زبان  
چاہرہ پائے۔ اُردو ترجیح کے ماتحت عربی متن بھی شامل ہے۔  
دو فتحیم جلدیوں میں مکمل۔ چوبیس روپے۔

## تفسیر حقائقی کامل

بسیروں مقدمے اور عمائدہ کاغذ کے ساتھ۔ کامل رعایتی  
قیمت ساٹھ روپی غیر عجلہ دریافت جلدیوں میں مجلد ستر روپے۔

## فزادت حبل پور اوس اس کے بعد

حال پاسی کی قریبی دفن ہو جاتا ہے لیکن اس سے بیش حال  
کرنے بھی ممکن ہے کہ وہ حلقت کی سطح پر زندہ رہے۔ یہ کتاب اسی  
امکان کو پائندہ رکھنے کی ایک مؤثر، سمجھیدہ اور فکر انگیز کوشش  
ہے۔ قیمت دو روپے۔

## مکتبہ تعلیٰ دیوبند (لیٹ پی)

لکھا ہوا ایک پتا ٹیٹر صاحب کے خواستے کیا تھا۔ وہ اس طرح تھا۔  
مشنی بار بردار ملی عرف یا بوجی۔ محلہ جھالی کتھہ۔

اس میں بھی میرا قصور نہیں تھا۔ جس طریقہ کھنڈے والے کا خطہ  
ایسا تھا کہ مقابلہ لگے اور پر لگے۔ اس نے تکشہ انداز میں بڑا علی  
لکھا تھا مگر طریقہ کا وہ بار بردار ملی جاتا تھا میں مٹھا کا بھی تھا کہ  
یہ کام ہوا ملکر ہیاں ہوا کہ لوگ کلب علی اور غلام علی بھی نام  
رکھتے ہیں تو اس تھاں کے ساتھ بار بردار ملی کیوں نہ رکھیں گے۔  
بار برداری گدھوں اور خیروں کا کام ہے۔ لگدھے اور خیس بھی  
کھنڈ سے بہر حال زیادہ لفڑی کھے گئے ہیں۔

رہا یا بوجی تو آ کا نقطہ ہی تھے دالے نے ایسا گھیسوں  
دیا تھا کہ یا پڑھ بغیر جاہرہ نہ تھا اور توجیہ یہ ذہن میں آئی کہ برازی  
ہی کے تعلق سے ان کی عرفیت یا بوجی پڑھنے کی بھی ہوگی۔ کسی مشنی کو لوگ  
پاؤ جو تو کھنڈے سے رہے۔ محلہ کا قصہ ایسا ہے کہ دنیا میں سب طرح  
کے نکلے ہوئے ہیں۔ کٹ گیاں۔ بھاڑے کوچھ بھونڈو ناٹھ۔  
تو چھالی تھنہ تو لفیٹا ان سے بہری ہے۔ اصل میں لکھا گیا تھا  
”چھال گئے“ ہوگی وہاں کوئی پرانی جھال۔ اب دیکھ لجھے  
منشیانہ خور میں چھال کہنہ کو چھالی کتھہ پڑھ لینا بڑی حد تک  
قرین قیاس ہی ہے۔

ایسے ہی مقابہ ہات برا بردار ملٹیٹے تھے رہے۔ ایک روز  
ایک ڈاکخانہ انگریز میں لکھا ہوا تھا میں نے بہت خوب کیا  
مگر ایک بھی لفظ بتانا نظر آیا۔ ”لوشام کو“۔ دلاغ نے  
ایا بھی تیکا کہ یہ کیسا نام ہو سکتا ہے جگ فراؤ ہی یہ بھی یاد آگیا کہ  
اپنے قریب ہی ایک قصیدہ ”لکھوٹی“ بھی تو ہے۔ ”لکھاوی“ ہی  
کی طرح ”لوشام کو“ بھی ایک قدر ہے۔ کیا بعید یہ نام پڑھی  
چیسا ہے۔

بعد میں ثابت ہوا کہ یہ اصل میں میکلہ تارم تھا۔  
ایک مرتبہ غیاث الدین کو قیاس الدین لکھا ہوا کو نکلا گیا  
وہ ستر میں ٹھیک تھا لکھا ہوا تھا۔ اب اتنا جاہل تو میں بھی نہیں  
ہوں کہ قیاس کوٹ سے اس لینا۔ سوچا لکھنے والے سے سچوک  
ہوئی ہے اصلاح میرا فرض ہے۔  
ایک مرتبہ پاکستان کا ایک پتا انگریزی میں درج تھا۔

## بلاغ المبین

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی ایک بہت بہترانی کی آردو درجہ جو دعوت کے رہ سنت کے اثبات اور عقائد صاحبہ کی صحیح میں نہایت اعلیٰ ہے۔ مجلد چار روپے

## للمیسیں کی بیانیں

### وجدو سماع

از شیخ الاسلام مامام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کتاب بحثاً قولی، عوس وغیرہ کے بارے میں منتظر گفتگو۔ پیش لفظ مدیر جعلی کا ہے۔ قیمت ایک روپیہ

### عمرو بن العاصؓ کی

اس بحثی رسولؐ فaux مصڑ تواریخ کو من اور بلند پایہ مدبر کی داستان حجا مسجد خواہ اللہ کے رسولؐ نے مدد بر اسلام کے خطابے تو ادا بیحد دیجپ اثر انگریز اور مستند محمدؐ دو روپے

### خطیبات مدراس

یورنٹس کے موضوع پر مولانا میر سیامان ندیا کے شہر ترین خطیبات جو اپنا جواب آپ ہیں۔ مجلد ساڑھے تین روپے

### محمد بن نویں کے میدانِ جنگ

پیر و احمد اور درود رسالت کی دوسری جنگوں نہ صرف تحقیقات عالات، بلکہ تو اور نتائج جیتیں۔ اسکے موقوف شہرو راستہ قازان کا نکار محمد بن نویں۔ دو روپے

### تلہیں ایلہیں

ملہیں جو زی کی شہرہ آفاق کتاب مسلمانوں کے پر طبق اور ہر جماعت کی کمزوری اور سے اپنے الیون پر تاثری۔ نہایت کی تاریخ اور مراد فرقوں کی عقائد کا سیان۔ قیمت مجلد دش روپے

### نصرۃ الحدیث

نذر انکار حدیث کے دلیل کیتھ کتاب اللذ کتاب ہر دو ای ملک ای اور تو پسند کیا جائی۔ مرسوم بیان عام فہم ملکہ مگر مطالبہ نہایت وضیع و سخیع۔ مقدمة جیہے کے اضافے بکیا تھا۔ ایک روپیہ

### حسن لقین

ایک بخوبی عالم کے ایمان اور فرماداں کی تاخیل سیسیں و شفاقت آدم و موسی مسلمی اند اور عقائد کی دلپذیر حکیمات قسم و تشریح۔ قیمت مجلد سوار روپیہ

### صلق عظام

حضرت امام غزالیؒ کی مقدمہ ترین روپیہ تعلیف کا اردو ترجمہ۔ اسلام کے پسند فرمودہ ادخلتی ادب و اطیوار کی ایمان اور فرضیں تفصیل۔ قیمت مجلد سوار روپیہ

### مسلم یونیورسٹی اور جارحانہ فرقہ پرستی

ہندوستانی مسلمانوں کی نسبت پلک اور جان دیالی پر جو یورپیں ہیں انکا سہرا رہ جائزہ اور ممتاز لوگوں کے فرمودات پر اتفاق و تبصرہ۔ قیمت ایک روپیہ بارہ آنے۔

**فارابی** معلم ذاتی مکیم ابو الفضل فارابی کے نفضل دکان تھیت ممالک و مکوان۔ علمی مقام اور جدید فلسفہ، مفہوم، مفہومیت، فلسفیں اور مستند

حالات۔ قیمت ایک روپیہ بارہ آنے۔

مکتبہ مکی (لیونڈن ڈپلی)

# کھرد کھوٹے

تبصرہ کیلئے ہر کتاب کے دلخواہ نظری ہیں

سلف اس کے لئے تحسین کا کوئی لفظ چاری حصہ میں نہیں ہے۔  
ہر سکتا ہے بڑے سے بڑے مفسر نہ کہیں ٹھوک رکھائی ہے۔  
بعید نہیں بعض ناقابل اختصار و رایات کو صحیح سمجھ کر اکمل علم کی کوئی  
جماعت غلط تصورات پر بھر دے کر بھی ہو، اگر احادیث الاسلام کے  
فاضل مؤلف تو علی الاطلاق تمام ہی مفسرین سلف کے شعلن۔  
سخراہ وہ صحابی ہوں یا تابعی یا اتباع تابعی سے دو ٹوکنے اذان میں  
پیش کر دیتے ہیں کہ وہ رب کم سوار و بے شور تھے۔  
مدبیت سے موقوف کو جو ہے۔ اسی روایت کے غلط یا صحیح  
ہونے کا میادا ان کے تزویک دیجیے جو نام نہاد اہل قرآن کا  
اختیار فرمودہ ہے۔ یعنی کسی آیت کی ایک تفسیر اسی طرز کے متین  
کو کے ہر اس حدیث کو غلط قرار دیتے چلے جانا جو ان کی دلست  
میں اس تجھیز تفسیر سے ملک رکھائی ہو۔

مؤلف کے خیالات بلند کے تعارف میں ان کی صرف  
ایک عمارت نقل کرنے پر اکتفا کریں گے۔ سابق مفسرین کے  
انداز نظر پر تقدیر جمع کرنے کے بعد اس شاد فرمائے ہیں۔

”پس آپنے ملاحظہ فرمائے مفسرین کا طریقہ تجویز  
تفسیر کیا ہے جیسے لوگ تم کرده رہا ہیں چو جائیک  
رسائشوں فی العلم سے ہوں اور جب ان کا یہ  
حال ہے تو اور علماتے امت قرآن سے سیست ہیں  
اور اعلیٰ کے کام نہیں۔ وہ بدرجہ اولیٰ غلطی پر  
ثابت ہوئے۔“

**احیاء اللہ سلام** ۱۔ تالیف۔ جناب میدعی صدر۔  
• مطبوعہ۔ ادارہ ادب ددالش۔

۲۔ بی جوبلی بلانگ۔ سائلی اسٹریٹ بیٹی ۲۔  
• صفحات ۲۵۰۔ کاغذ سفید۔ لکھائی چھیانی گوار۔ قیمت ہیں پیٹے  
یہ اس سلسلہ تصنیف کا حصہ اول ہے جو مؤلف  
صحیح تفاسیر کے عنوان سے معرض وجود میں لا رہے ہیں۔ فہر  
مؤلف کا خیال ہے کہ پچھلے تام مفسرین نے تقریباً کوچھ آیات  
المیہ کی صحیح تفسیری کر کے تام کی حقیقی گہرائیوں تک اکی رسائی  
ہوتی۔ انہوں نے تفسیر قرآن کی بیانیا ہی مفرود مصافت پر رسمی جو  
سراسرا اطلیق تھے اور ان کی وجہ سے قرآن کو متعدد عبور سے  
ملوث قرار دیتا ہے۔

ایک حصہ جب اتنا لین بانگ دھوئی بیکاری پڑھ تو پھر  
تفصیلی تبصرے کی ضرورت ہاتھی نہیں رہتی۔ ہم نے اس کتاب کے  
متعدد اواب فتوح سے پڑھے ہیں۔ یوری اس نے نہیں پڑھ سکے  
کہ جس کی صفت کا بنیادی زادیہ نظر ہی پہنچائی دسترس سے  
باہر ہو تو اس کی ثرف نکالیں ہوں پر سرکھا اکم سے کم ہمارے  
لئے اعتماد وقت کے سوا اکی ناگہ نہیں رکھتا۔

چاری تحریریں گواہ ہیں کہ کوئا ان تقليد، جو دادرگی وہی  
تعصبات کے ہم بھی قائل نہیں ہیں۔ مذکورہ آرٹیکل اور تحقیق دندتن  
ہی سے ہیں پیرے، لیکن وہ شخص خود کو عقل کی سمجھتے ہوئے نہیں  
اصفات کو بے عقل، کو تاہ نظر اور قرآن ہی سے عاری قرار دیتے

مُولف کا رادہ ہے کہ وہ حصہ دار اس تالیف کو کچھے لٹکھتا  
اوپر ان کی تفسیر قرآن مجید اس مسئلہ کا ایک جز ہے۔ تبصرہ نگار  
کا تحلیل اس مشورہ ہے کہ وہ اس مسئلہ کو تمہرے کرکے رکھ دین تو ان کے  
اور قوم و ملکت کے حق میں بہتر ہو گا۔ حدیث سے دامن کشنا مانند  
اساطین سے بیزار ہو کر خود کو افلاطون دارسطو سہکر و فیض کو ایسی  
وہا پر اسے نصافیت کی گئی ہے پاک نہیں رہ سکتی اور اس طرح  
کے مقصودوں کا مآل آخر کاروں پنچا چوپر وین صاحب کا ہوا ہے۔

حدیث کا تسلیم فلک شکاف دعووں کا حامل اتنا بھی کہ رکنا  
کا پیغام بائیں آیا ہے قرآن مجید کو اعزاز کے ساتھ مقصود اے یہ لپٹے  
اس خیال کا انہاً متعال برکت کے ہیں کو جو شخص آیات کو صحیح اعراب  
ڈھنگے لکھوائے کا اہتمام نہیں کر سکتا ہے حق نہیں ہے کہ آیات  
پر جنم کرے۔ حق قرآن کے معاملے میں سہل، سہلی، الراہی اور  
غیرہ مدداری کا مظاہر ہو کر نہ والوں سے تفسیر قرآن میں فرم احتیاط  
اور حاضرین ذمہ داری کی کیا توقع پر مکنی ہے۔

**اہم جہاد** • مولفہ: جاہب سزادار حمد الگبر خاں۔  
• شاعر: مخدوم کردہ۔ مطری پرسی۔ مدد ربانی کیبل پور۔

• مخفات ۲۶ (علمی سائز) تیمت درج نہیں۔

اس کتاب میں پہلی مولف نے اسلام کے ارکان خمسہ نماز،  
زکوٰۃ، رحمۃ، حج (قرآنی) کی فکر انگیزی میں آموز و تصحیح کی ہے اور توجہ  
دلائی ہے کہ تمام جو بحثات اُس جہاد علم کے اجزائے تربیتی اور  
عنصر مقتوبہ میں سے ہیں جن کا اطلاق رخصائے اُبی کے حصول کی ہر  
حد تک دید پر ہوتا ہے خواہ وہ پُر امن ہو یا سُکھا مرغیز۔  
مولف کا انداز فکر طبق اثر اُنہیں اور یہ ہم۔ ان کی دسزدی  
درود مذہبی نے سادہ مطالب کو بھی کافی لکھ اور جاذب تو جبنا دیا  
ہے۔ کتاب یقیناً اس لائق ہے کہ اسے شوق و ذوق سے پُر ہا جائے۔  
روح یہ ہے کہ اچھے کاغذ اور دھنک کے کاتب کا انتظام  
نہیں کیا جاسکا۔ کافی ذوق ہے۔ کتابت و طبع احمدنا تعالیٰ ہے۔ خصوصاً  
عربی کتابت تو بالکل ہی بھی گزدی ہے۔

**صراط قائم** یہ بھی مولف نہ کوہی کی تالیفت ہے۔ یہ دھمل  
خلوص درود مذہبی کے ساتھ ان مطالب و مفہوم کو خایاں کرنے کی

اب اس پر ہم اس سے زیادہ کیا تبصہ کر سکتے ہیں کہ جو کام  
پاکستان میں پروریزی کروہ کر رہا ہے اسی کو فصل مولف  
نے بھی منحلا ہے۔ ہمیں ان کی تیمت پر شک کرنی ضروری  
نہیں لیکن یہ مشورہ ضرور دیں گے کہ ”ہم خود اگر کہے تیمت“  
کا خطب اُبھی کو سخرہ تو بنا سکتا ہے مجدداً اور مصلحت نہیں بنا سکتی  
اجماع الاسلام نام رکھ کر تمام ائمہ اسلام کے مذہب پر کالک  
بلے کی کوشش کرنا بھیک وہی کا ذریعہ ہے جس نے پاکستان کے  
پروری صاحب کو وادی نہر میں بخادیا ہے المحمد حفظنا۔  
اس کتاب میں مولف نے بعض مقامات پر خاصی نہیں  
کا بھی ثبوت دیا ہے اور مفسرین کی بعض غلطیوں پر ان کا  
نقہ بھی جا نہ رہے۔ ان کی عرقی ریزی میں بھی شک نہیں،  
اُندھرہ سکلت ہے وہ دین کے حق میں جو شخص بھی ہیوں، لیکن ان  
ساری خوبیوں کے باوجود مولف کو سوچا جائے تھا کہ پچھلے  
تام مفسرین و محدثین کو نا اہل اور بے برہ قرار دینے کے بعد  
امت مسلم کے پاس سچتائیں ہے اور اُس شخص کے خود پرست مشکر  
ہونے میں کون شک کرے گا جو زمین پر رہنے ہوئے ظلک مفہوم  
پر قدم زدن پڑتے کا دعویٰ کرتا ہے۔

کتاب کے خالق پر کچھے شکل الفاظ کی شرح بھی دی گئی ہے۔  
تہبا اسی کو دیکھ کر انداز ہو جاتا ہے کہ مولف نے بہت زیادہ  
ذمہ داری کا راستہ اختیار نہیں فرمایا ہے۔

الغیب، وہ ذات جو حواس سے حسوس نہ ہو۔  
”ذات“ کا یہاں کیا موقع تھا۔  
الروحیت: مجدد کے موجود ہونے کا اعتقاد۔  
”روحیت“ کے یہ معنی دنیا کی کسی لغت میں آپ کو نہیں  
مل سکیں گے۔

اُنہاں اور مہم ہونا  
اس کا نام شرح ہے تو پھر من کیا ہو گا۔ جو شخص مہم  
کا مفہوم جانتا ہو اسے ”اُنہاں“ کی شرح بھی کافی تحسین حاصل  
ہے اور جو نہ جانتا ہو وہ اس شرح سے کیا بھے گا۔  
کتابت و تصحیح کی غلطیاں بھی کافی ہیں۔ تفریغ کا تفریغ  
— دو اسی کو دو اسی اور معاہدت کو معاہدت لکھا گیا ہے۔

مشنالاً ص ۲۵ پر :-

"مرحومہ درد میں اور عالمی قدر و قیمت اور ضرورت اور بھی زیادہ تر جگہ کی ہے کیونکہ تابکاری اولاد جنگ کی وجہ سے دنیا کا اس خطرے میں ہے جنگ کے سامان بادل اُرفی عالم پر منتلا رہے ہیں اور جو ہری جنگ کا شکر کشت جات کی مکمل تباہی کے سوا کچھ زیر گا۔ مگر اس ناس آفریں ماحول میں بھی آدمیوں کی ایک کرن چک اٹھتی ہے اور یہ عالم سے بلاشبہ عالمی جنگ کے اس خطرے کو روشن دعائیں ہی سے ٹالا جاسکتا ہے"

یہ جوارت نہ تو اصل بھی اعتبار سے بلند پایہ ہے نہ فکری اعتبار سے کوئی وزن رکھتی ہے بلکہ استانی معاف اس میں بھکاری اولاد اُبھر آتا ہے۔ وہ شخص ذہنی اعتبار سے بچہ ہی کہلاتے گا جو یہ ان کر کے کر لاخ یوں نکوئی مصلح پر مشتمل نظام امن و جنگ کے سلسلہ میں دعا میں بھی کچھ کام آسکتی ہیں۔ جس طرح بارش، آندھی، طوفان قدرت کے نظام انکوں کے اجزاء لای تفکر میں اور دعا میں ان کی ہمہ گیر نکتہ تکنک پر کوئی اثر نہیں ڈال سکتیں اسی طرح جنگ بھی کام فطرت کا ایک جزو لا اتفاک ہے۔ یہ تو ممکن ہے کہ کسی خاص موقع پر کسی محرودہ قسم کی جنگ اور آوریز عکس خطرے پر دعا کوئی اثر نہ ڈال سکے لیکن وہ ہوں ٹک جن کا نہ کہہ گرفت نہیں کیلئے سنتہ اللہ کے ذمہ سے کی جیز ہے جس میں نہ اراد دعا میں بھی کوئی بندی نہیں کر سکتیں یا مشنالا۔

"آج یہ این اور میں دھوان دا لقابریوں کی خوبیت نہیں اور نہیں کارخاؤں میں آتھیں اسلامی سازی کی حاجت ہے بلکہ DR Niebuhr کے نقطہ نظر کے طبق ان پر سوزدگاؤں کی ضرورت ہے جو ہائے باطن میں افلاط پیدا کر کے ہمارے شکنون کو بھی بیش دلادی کے ہم اس پسندیں۔ دشمن کی تحریکی نیتوں اور گیرے اور اپنے کو بیسے کی خاطر دھاؤں سے بچوں کام لیا جا سکتا ہے (وہ) پر گل اخشاریاں بہت ہیں جو ترور نگاہی کے شایان شان نہیں۔ صاف علوم پر تابے کو لفت نہ کسی نہ کسی طرح ڈاکٹر

کام ریاب کوشش کی ہے جو اکتاب سورہ فاتحہ کے مبلغ تک میں متنبیت ہوتے ہیں۔ خاص طور پر ایا کافر دا یا اک نسبتیں کی تشریفات نہ ودار اور دفعہ ہیں۔

صفیات (ٹٹا (نادل سائز) کافر د - لکھائی بھی مچھائی غیر معیاری۔ قیمت ڈریٹھر دیپر - ناشو، تعزیزی کتب خانہ - آندھہ بازار - راولپنڈی -

• مصنفوں :- پروفیسر احمد مارٹ ایم۔ اے  
• شاعر گوردها - مکتبہ شیدیہ - غلمانی منظری سائز ۲۱۴x۲۲۶ صفحات ۲۰۰۰ مکافی مفید۔ قیمت مجلہ چار روپے۔  
• میں تو ہم "فلسفہ" کے لقطے سے بچتے ہیں۔ جن حقائق کو کھلونا بنانا مقصود ہوا ہمیں "فلسفہ" کا عنوان دیوں عملی افادیت کا قصہ خود خود نہ تماں ہو جائے گا۔

• مگر اس نادر تالیف میں "فلسفہ" کا لقطہ اس براہمیک مفہوم میں استعمال نہیں کیا گا بلکہ ناصل مؤلف نے بڑی عرصہ ریزی اور شخص کے بعد ایک مشقیت چیزیں کی ہے۔ "دعا" پر آج تک سمجھی کتاب اس انداز کی نظر سے نہیں نہیں ہے مشرق و مغرب اس کو ہند کا لام ہے اور پرانے موضوع پر کشیدہ و ادیشیں کیا ہے۔ ابو ایک عنوان ہی کتاب کی جمیعت اور بسط کا عنوان جلی ہیں۔

• باب اول:- دعا کی حکمت اور افادیت۔  
• اس باب میں دعا کے متعلق دنیا کی مشہور شخصیتوں کے احساسات و انکار میں کئے گئے ہیں۔

• باب دهم:- اسلام کا تصور دعا۔  
• یہ باب اسلام کے خصوصی و ممتاز تصور دعا سے بحث کرتا ہے باب صورہ:- قبور و عالم کے طرز۔

• یہ باب اسلامی انداز فکر کی طبی بلکہ انگریز ترجمائی کرتا ہے باب چھاہا ہم:- تراثی دعاوں کے خصائص۔  
• باب پنجم:- نشریاتی دعاوں۔

• ہر باب دفعہ اور گنجینہ معلومات ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کو جزا سے خیر دے اور ان کی سعی کو مقبول فرمائے۔  
• کہیں کہیں بعض جبارتیں نظر ثانی کی بھی تھاج ہیں۔

تیر کا نقطہ نظر مانگ دینا چاہئے ہے ورنہ بات کچھ بھی نہیں ہے باطن میں انقلاب: عالمیں نہیں لائیں انسان کا مسلسل کردار نہیں ہے۔ سخرے ہیں وہ لوگ جو اس خوش نبی کا الہام کرتے ہیں کہ جس جنگ و جدل کو معرض دجود میں لانے کے لئے غالب و قومیں کا خود غرض انداز فکر، مقادیر استاذ زادیہ تکماد اور خدا فرمائشانہ تصور حادث شب و روزگرم کا رہنماس کے سلسلے میں دعائیں بھی کچھ کر سکتے ہیں۔ عاجزگی درست کو تیر ہے کہ جو شخص اگلی ماں لگیر جنگ نے نہ پونے کی دعائیں کرتا ہے وہ تفعیل اوقات کے سوا کچھ نہیں کرتا۔

ص ۲ پر ۱۔

”دعاش اطیبان تلبی کے لئے ایک بہترین ذریعہ چیز کیونکہ خداوندانی کے خصوصی دعائیں جو دعائیں بھی کی جاتیں گی ان میں خودروی خواہشات کو خلیفت کا۔“

یہ کیا بات ہوتی۔ سو شکر کو کجا جائے تو معلوم ہو جا کہ دعائیں کم سے کم ساختہ فیصلہ خودروی ہی خواہشات کیلئے کجاتی ہیں۔ ص ۳ پر۔ — الگوین کو اللہ طہیعنی القطب کے ترجیح میں ”اللہ“ کا ترجیح جھوٹ لگاتے ہیں حالانکہ اس جملہ کی جان ہے۔ اس طرح کی فرد و گداشتیں اور بھی ہیں۔ متعدد مقامات، امورہ سے بے مراہو گئے ہیں کہ وہاں جتنی اور روائی کی ہوئے اور دادر انجاماری کی حیثیت حسوس ہوتی ہے۔ ضرورتی ہیں تھا کہ ہر وہ قول جو مرضی سے تعلق رکھتا ہو کسی نہ کسی طرح داخل کتاب، کہ ہی یا عائد لیکن اس کا مطلب ہے ہیں کہ کتاب کی قدر و قیمت شکل کے ہے۔ بلاشبہ کہا جاسکتا ہے کہ کتاب اپنے موضوع پر منفرد اور میشتمست ہے۔ ہم اسے من حيث المجموع ایک سی خلکر قرار دیتے ہیں۔

**تحریک خصوصی اشنا** عہت ایک نسبتی فتنہ الگزیروں کو تین اور مدنی طور پر و اشکاف کرنے والا اہانتہر ”تحریک“ اب کوئی غیر معروف جزو یہ نہیں رہا ہے جس کے تعارف کی ضرورت ہو۔ اس کے دریافت کا پہاڑ مثل کی اشتراکیت کی قہریاں ہوں سے اتنی بھی شدید بیزاری ہے جو کسی شریف اور باضمیر انسان کو ہونی جائتے۔ ان کا ”تحریک“ اس لحاظ سے ہندوپاک میں غفرد حیثیت کا مالک ہے کہ وہ اشتراکی مالک کی مسلسل نقاب کشی“ اور کیونزم کے خالصہ ہوں ان

طرز فکر کی سیکھی تجھ کوئی کے لئے وقف ہے۔ کچھ دنوں پہلے تک دوس کا برداشت۔ اب چین کی اہمیت بڑھتی ہے۔ وہ نہ صرف یہ کہ نظریاتی اعتبارات بھی جنگ ہی کو کیونزم کی پیش رفتہ کے لئے مناسب بلکہ ناگزیر بھیجنے والا ملک ہے بلکہ اس کی وجہت ہمارے مذاک نے ایک مذاہ مغلیق بنتی ہے۔ خطرناک بات یہ ہے کہ خود ہمارے مذاک میں ایسے تاریک خیال اور غلطیں لوگوں کی بھی نہیں ہے جو کیونزم کے ان گھاستے ہوئے چین کی صریح صح سرانی میں پیش ہیں اور احقویں کی دہی جنت ان کا بھی ملک و مامن ہے جس میں وہ کہ ادمی حقائق سے آنکھیں بند کر کے چڑھنے والوں اور ظاہر فرب خوش گایاں سے بول گا تا ہے۔

ابھی خیر سے علی گھر مسلم یونیورسٹی کے ایک پروفیسر نے اپنی کتاب کا انتساب چین کے صدر ماؤسی شاگھے نام فرمایا ہے۔ کھسی سے جانی، ڈھانی اور خرستی ہے کہ اس انتساب کی راه میں نہ تو چین کی بھارت دشمنی حائل ہوئی تیر پروفیسر صاحب کو یہ سوچتے کی تو فرض ہوئی کہ وہ ایک بھی یونیورسٹی کے پروفیسر میں کھاٹکے نام میں مسلم“ کا لفظ سر عنوان ہے۔ اس یونیورسٹی کا نمکھ کھاتے ہوئے خدا بیڑا چین کے صدر سے گھری عقیدت کا علاوہ جلی کرنا ہے کہ داری ہی نہیں بد کہ داری کے دائرے میں بھی آتا ہے۔ جنل مرکب کی مثالیں دنیا میں کم نہیں ہیں، لیکن اس سے بڑا جہل مرکب، اور کوئی نہیں ہو سکتا کہ یہاں پیغمبر دوس اور چین کے قصیدے پڑھتے ہوئے جائیں۔

تحریک کی اس خصوصی اشاعت کا مقصود اسی چینی مرکب کو ناقابل تردید ستاویزی شاہد ہے و اشکاف کرنا ہے۔ باریک لمحائی کے ۱۳۵ صفحات میں ادارہ تحریک نے اسی ہی چیزیں جمع کی ہیں جو دو اور دو چار کی طرح داشت کرتی ہیں کہ جلد تشدید اور بھی انک ترین آمرت کی راہ میں میں بھی دوس ہی کے نقشیں تدمیر چل رہی ہیں۔ ایسا ہو ناجائز تک نہیں بلکہ ایسا نہ ہوتا تو جسے حیرت مخنی۔ اُگ کی فطرت جلانا ہے۔ اسی طرح کیونزم کی نظرت جدو قہر مسقا کی، انسانیت دشمنی، مظلوم انسانی اور جلدی ہے۔ کیونزم دو قدم تھیں جل سکنا اگر وہ افسوس رکھے

دو صراحتاً "پین کا ادب" ہے۔ اس کے مصنف "الی یحییٰ" سونے متعدد اور اب میں قابلِ اعتماد والوں کے ذریعہ واضح کیا ہے کہ چھپی اور سب کسی نہ گیر رہا تو کافکار ہیں۔ اتحیں کس ہونا کہ ملک ڈھنی غلامی کے شکھ میں کسا جا رہا ہے اور ادا فی "اسی سرزاںی" کے نتیجے میں، کس طرح شدید عذاب اور رارو گیر کا شکار ہوتے ہیں۔

تیسرا میں قیمت چیز "دھان کا گیت" ہے جو ایک ناول ہے اس کی مصنف ایک الجی ہیں اور یہ پڑھنے کے لئے پین کی میں کش مہی۔ یہ ناول میں اصول اخلاقی کے اعتبار سے ناول کیا جا سکت ہے وہ حقیقتاً ایک انسانک طریقہ ہے جس کا تعلق جمیں خیال سے ہمیں واقعات ہے۔ پرانی ہمورت "دچپ ادا اثر انگریز ناول" جسکے بعد حکم آنسو پھٹک کرنے شکل ہیں۔

آخری مضمون "گھن گرج" ہے جس کے چھپنے مصنف "جی انگ" نے یہ بتایا ہے کہ یہ مرضی میں کے امانتہ و طلباء کے ڈھنی رجھاتا ہے ایسا ہیں، ان کی اکثریت نے تو یوں اور یوں کے سہارے کیا ہے دالے کیوں نرم کی جوانی تعلیمات کو قبول نہ کرنے میں کس جرأت کا ثبوت دیتا ہے اور کس طرح وہ ابھی تک کیوں نرم کے اس اقلابی تصور کو ہضم کرنے سے محروم ہیں جس کا جصل ظلم و نژاد، انسان کی اور اخلاقی بیزاری کے سوا کچھی نہیں۔

چیزیں کہ تحریک کا یہ میں قیمت غیر وقت کی وہ اہم ترین ضرورت پری کرتا ہے جسے پورا کرنے کی توفیق دوسروں کو نہیں ہے۔ چشم نکلے اُج تک اشتراکیت بھی اناپاک نظام ہیں دیکھا دیکھوں ہیں لیے الفاظ موجود نہیں ہیں جو کیوں نہیں کی شفاقت انسانیت دشمنی، فروعت اور گراوٹ کی کماحدہ ترجمانی کر سکیں۔ ہم گوپاں مثل کوئی لگن اور قبضہ تا ب کیلئے مبارکہا ہیں کر سکتے ہیں اور یہ مت دنوں جیتنے رہنے کی دعا دیتے ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ نظر اُن میدان میں جو اسلام کیوں نرم کو خلکت ناٹھ دے سکتا تھا اس کے عاملین خلکت کی نیزد سو رہے ہیں اور الگ ہم کی سلم ملکت میں برائے نامی جگہار ہے جو تو وہ بجائے خود مقادیر سی اور خود غرضی کی بنیاد پر استوار ہے۔

ہم جنم رسم اُنہیں بلکہ دل خواہش کے ساتھ ہر شخص سے خدا

دامن کش ہو جاتے۔

اس خصوصی اساعت کی فہرست مضمون بہت مختصر ہے کیونکہ بہت سا اباڑا کیا ہے جمع کرنے کی وجہ سے ادارہ تحریک نے چند شخصی چیزوں میں کی ہیں جو مسیو طوفانی ہی ہیں، دچپ بھی اور دستاد بڑی اختیار سے جائز اُبھی۔

ھر فہرست کے بعد پہلا مضمون خود گوپاں مثل کا ہے جس میں اخنوں نے بڑی عرق ریزی سے یہ دھنلا یا ہے کہ پین میں کش تا عوں اور داشتوں پر کیا بیت درہی ہے۔ ہمارے بعض ہم دھن کیوں فکر فکر و نشر کے ذریعہ پر شارت دیتے ہیں کہ چیز کی جنت میں ارباب فن اب پین کی بصری بجا رہے ہیں وہ کھل جاگری وار ان نظام کی غلامی سے چھوٹ کر اخنوں نے آزادی گی راحت بخش خدا میں سانس لیا ہے۔ لیکن دوسرے بے شمار مشاہد کی طرح گوپاں مثل کا یہ مقالہ بھی شہادت دیتا ہے کہ کسی بد سے بدتر جاگیر دار اخراجی نظام میں بھی ادیبوں اور عالموں کے پیروں میں اُسی وزنی پڑیاں جیسی ہیں پڑی حقی موجو دہ اشتراکی نظام نے ڈالی ہیں اور داشتوں اسی سکتے کی موہت کہیں ہیں مارے گئے ہیں بیسے اشتراکیت کی جوانگاہ میں مارے جا رہے ہیں۔ اٹھاڑہ صفات کا پیش بھا مقابلہ سچ مطالعہ کا آئینہ دار ہے۔ طرز تکارش کے لیکھنے گوپاں مثل اپنا افرادی انداز رکھتے ہیں اور ناکرے سے تازک جذباتی موت پر بھی سجدگی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔ یہ ضرور ہے کہ اس مقالے میں کہیں کہیں ان کی تکارش ترجیح کا سانداز اختیار کر گئی ہے۔ جیسے:-

"فہرست اُن میں اجتماع اور اخیار خجال کی آزادی شکلی مراجع سے شکلی مراجع مکار اُن کے لئے ایک قابل اختیار تجویز پوسکتی ہے۔ صفحہ یا۔" کیوں نہیں کو اس وقت ذمی دثار اندھی شہرت عالمیوں کی عمدی ضرورت بھی خواہ وہ خاصوش ہو یا برملاء۔" مثلاً "رن" کو انہوں نے مؤذت کھلائے ہاں جمال میں بالاتفاق ذکر کرے۔

ظفیر الشاری خدمت ہے۔“

مولانا بدرالعلم ہمیسے مندرجہ ذریعہ کتاب اور مصنفوں کے  
باشے میں ایسی تقریبی فرمادیں اس کی ثقاہت میں کیا کلام ہو سکتا ہے  
رخ کی بات یہ ہے کہ عربی جواہری کی طباعت و کتابت پیشہ میں  
غیر عربی ایسی بکر ناقص ہے جبکہ اردو متن کا یہ حال نہیں۔

ہمیں یہ کہنے ہے میں ناصل نہیں کہ اپنے موضوع پر یہ کتاب لے جواب  
ہے۔ عوام و خاص دونوں کو اس سے فائدہ اٹھا جائیے۔

**ردد بدعوت** • تالیف: ہب پروفیسر محمد فراں۔ ایم۔ اے۔  
• جملہ کاپٹہ: مکتبہ مجددیہ۔ فور پوڑتی گجرات  
• صفحات: ۲۷۔ سائز: ۲۰×۲۷۔ کاغذ سفید۔ لکھائی چھائی تو سطح  
قیمت: ڈالر روپیہ۔

ایم۔ ایم۔ ایم۔ حضرت مجدد الف ثانی فراہم، مرشدۃۃ کے نام  
نامی سے گونہ ہمان واقف نہیں فاصل موثق نہ آپ ہی کی تقلیل  
کی روشنی میں بدعوت و مفت کے موضوع پر ایمان ازدھنگوکی چلے  
جس کے مفاد مودودیج میں کیا ہے۔

حضرت مجدد الف رحمہ فرماتے ہیں:-  
”علمائے کہاں ہے کہ بدعوت و مفت کی وجہ سے اور سیکھی  
حسناں نیک مغل کو کہنے ہیں جو عزیز؟ اور مخالفت  
یا شدید علیہ طبیعہ الصدراۃ و اسلام کے زمانے کے بعد  
بیدار اہل اور وہ مفت کو منع نہ کرتا ہو میکن یہ فقرن  
بیعون ہیں کسی بدعوت ہیں جس اور فوایت شاہدہ  
نہیں کہنا تملکت اور کوہ وحدت کے موافق ہمہ شاہدہ ہیں  
نہیں آتا۔“ (ص ۲۵)

گواہ شہرہ نگار جو مدت سے بار بار دہرا رہا ہے کہ عیت  
کو حصہ اور صیہہ دو قسموں میں سیم کرنا ہعن ایک لفظی مقابلہ  
انہیں ہے وہ کسی عالم کا انتہی اصطلاح جسے مطابق بدعوت  
بھی ہونا اور حصہ بھی ہونا اجتماع خداون کے سوا لچھہ بھی نہیں اسی  
حقیقت کو عوذه ہوا مجدد الف ثانی جو طبع طبع سے واضح فرمایا  
چکے ہیں تبصرہ نگار بھی دراصل ایسے ہی ایسے بزرگوں کا خواہ  
چیز اور قرآن و مفت کا علم ہے وہ نہ اسی شدت اور اصرار کے  
ساخہ بدعوت کی قسم مذکور کو فریب و تبلیس کا نام بھی نہ دیتا۔

محکمہ ہیں کہ ذمہ دار یہ صورت یہ ہے کہ اتنا مہرج کی بجائے خود  
ایسا جریہ ہے جسے زیادہ سے زیادہ تعاون دینا چاہئے۔ اس کا مازنہ  
چندہ بھی زیادہ نہیں صرف چار و پانچ ہے کہ یہ سفید کا نہ ہے  
بہت سامواد لئے ہمارا ناظرین کے ہاتھوں میں پہنچتا ہے۔ اس خوبی  
اشاعت کی قیمت ڈالر روپیہ ہے لیکن خریداروں کو غالباً ان کے  
مالزمن چندے ہیں کہیں کہیں ہے۔

پتھر ۱۔ حضرت اہتمام قریب۔ دریافت: ۹۔ الفصاری لارکیٹ دہلی۔

**زبدۃ المناسک** • تالیف: شاہ صاحب بن جعفر  
شادھ صاحب بن جعفر۔

**مع عہدۃ المناسک** • شاعر: کردہ: مولانا فارسی

علام محمد یوسف صاحب نوگت ترکیبی تعلیم افس صوفی باعث  
صفuat ہو گئے سائز: ۲۲x۱۷ کاغذ سفید قیمت ساری پیپر  
فیض وقت مولانا شیراحمد گنڈو ہیچ کی تالیف زینی المناسک  
جس کے مناسک مسائل پر ایک مشہور ترین کتاب ہے کہی سال ہوتے  
مولانا مشیر محمد صاحب اس کتاب کے مطالب ضرور کریم کو اضافا  
کے اپنی تالیف قرۃ العینین میں جمع کیا تھا۔ اب اسی کتاب  
و گلزار اضافات میں کے ساتھ مندرجہ بالآخر سے شائع ہی ہے  
جس کے دو حصے ہیں اور دونوں ہی کو پیڈ ٹائگ کر کے مکمل کتاب کی  
شکل دیدی گئی ہے۔

اس کیلیں ایڈیشن کی قدر و قیمت کو مولف کی اس کاوش نے  
دو بالا گردیا ہے کہ جواہری پر فرق کی معروف کتابوں مثلاً شاہنامہ فتح القبور  
اور عہلیگری و قیریہ سے وہ عبارتیں جیسی ہیں جو بیان شدہ مسائل کا  
قوبی مأخذ ہیں۔

ہم کتاب کو حفاظت فاہمیں پڑھ سکے لیکن متعدد مقالات  
سے بغیر و مطالعہ کر کیا ہے۔ مولائے اس کے لئے حضرت مولف کی اردو  
اشاعت قدر سے تقدم اور اس کی بھی اور کوئی لائق گفتہ پڑھنے نہیں  
آئی۔ پوری کتاب کے متعلق بہتر راستے قائم کرنے کے لئے مولانا بدر حامی  
ڈاکٹر فہمی دہچن لفظی راستے کافی ہے جو کتاب ہو لے کے مترجم میں  
دی کی ہے:-

”مولانا مشیر محمد صاحب کو من جس کے مسائل میں ایسا نہ ہے  
میرے خردیک موجودہ زمانے میں جو کے مسائل کی کتاب

اور فرماتے ہیں:-

"جب تک بذات حسنہ سے بذات حسیہ کی طرح پرہیز نہ کریں تب تک اس دولتِ راٹھیان نفس کی پوشام جان کا نہیں پہنچ سکی۔" ص ۲۸  
ایسے ہی ایسے جواہرِ زیروں سے مجدد الف ثانیؒ کے مکتباتِ ملامال ہیں اور پر و قصرِ خیر فرمان صاحبِ فتح و دعوت اور انسانیت مفت کی خاطر انہی جواہرِ زیروں میں سے کچھ اس کتاب کے سلکِ مظاہن میں پسند دیتے ہیں۔ بذات کیا ہے؟ بذات حسنہ اور بذاتِ سیاست، بذات کی نقصانات، بذات اور سرت کا مشف اور احکامِ زمُن کا تعلق، حضرت مجید کاظمی کا اور عبد مجیدی کی پسندیدہات — ان عنوانوں کی بحث پڑھ کام کے اقتداء ساتھ مجمع کئے گئے ہیں۔

کتاب کے بعض پیروں سے اختلاف کیا جا سکتا ہے، لیکن بحیثیتِ مجموعی یہ کتاب نہایت مدد ہے اور ترویج بذات کے موجودہ دور میں اس سے بہت فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

**اوپر یا انگلی پہتارہا** • مصنف: نانِ لکنگ پور

• صفاتِ حسنہ کا غد سفید، لکھائیِ جھیلانی تعمیت۔ ایک روپ یہ ناشtron: شیشل اکادمی۔ ۹۔ انصاری مارکیٹ۔ دریا خیبر پولی

یہ ایک حصہ صلی نادل ہے جو کہنے کو نادل ہے مگر فی الواقع اُن ہو دیتے ہوئے زخموں کی طرف ایک بھرپور اشارہ ہے جو کیوں نہ کی جو اتنی فلسفت انسانیت کے قیاس میں پر لکھا ہے انگلی ایک دریا کا نام ہے جس میں طوناں آتے رہتے ہیں۔

اور ان طوفانوں کا مقابلہ کرنے کے سلسلے میں چین کی موجودہ کیوں نہ کی طرح حکیمت کی طرح ذی روح اُذی جس اور ذی شعور انسانوں کو لو ہے اور تمہری طرح اس تعالیٰ کرتی ہے اسی المناک اور لرزادیتے والی طریقہ دی کاغذ کے نادل میں کرتی ہے۔ فنی تحریر نادل کا ایک نہایت لطیفِ رومان ہے، لیکن قابلِ مصنف نے مقصد کے لئے اس کے ارد گرد اس طرح بھروسے ہیں کہ حقائق کی ایک مگر لادیتے والی تصویرِ نظر وہ کے سامنے آجائی ہے۔ صدر صیفِ کیوں نہ زم نے شرفِ انسانی کے کسی بھی گوشے کو پالی

کئے بغیر تھوڑا۔ عمرت کا پیار، یہیں کی معموم محبت اُمان کی مانتا، پاپ کی شفقت کیچھ تو اس کے باعث میں استاد کی طہور وہیں اس طرح ذلیل و مقویوں ہے کہ کچھ منہ کو آتا ہے۔ لاریپ کے انسانی تاریخ نے انسانی نظامِ جزا اور ایسا ہمگیر طغیان کبھی نہیں بھا بر اصولِ اخلاق، "ہر انسانی قدر، ہر تصورِ عدل کے مکمل کیوں نہیں" کی سفافی، شفاقت اور درندگی نے کروٹوں انسانوں پر زندگی کا میدان تنگ کر دیا اور لطف یہ ہے کہ اس میں باوجود دوہ مفاہمِ زدیلہ حاصل نہ ہو سکے جن کی خاطر شیطنت کا حکم پھیلا گیا تھا اور جیسا کہ جا رہا ہے۔ صفتی اور سماں سی ترقیوں کا پہنچ پہنچنے کے انسانی کیا جائے، ملائی چیزوں اور کاپشنکوں کے ذریعہ آسمان میں صکلی لگائے کی مسامی کئی بھی کامیاب ہوں لیکن روس اور چین دنوں ہی کے باختہ ضروریاتِ زندگی تک کیلئے بالتو چکائے اور وہیں سے زیادہ تملک ہیں۔ وہ سماں ہیں۔ انکا ہر ذریع جذبہ، ہر انگل، ہر خواہش ایک تھوڑی اقتدار کی گرفت ہیں جکڑی ہوئی ہے۔

حالِ کلام یہ کہ "اوپر یا انگلی پہتارہا" نادل ہونے کے باوجود کوئی غاصنِ فسر بھی جیز ہیں ہے بلکہ انی دیکھب کہاں میں صداقتوں کا ایک ستمتی سر برائی سیٹے ہوتے ہے۔ شمی اور کے باکے میں تردد عویں نہیں کیا جا سکتا مگر تصورہ نگار تو اسے پڑھتے ہوئے اپنے آنسو نہیں روک سکا۔ دل کیسے پارہ پارہ نہ ہر درہ نہ ظلم و مظلوم و مظہر عزم بھی ترکھر کا رہے جدا ہمی حضرت آدم ہی کی اولاد اور گوشت پرست ہی کے انسان ہیں جن کی رگ رگ پر کیوں نہ مچھر کے لگا رہا ہے۔ انھیں ترکھر پاڑ کر رکھ کر رہا ہے۔

تاہم کے بڑھاتی تھرے کے لئے دو نئے آئے تھے ہمہ نے جس نئے کو بڑھاتا تھا الفاق سے دوہی نئی ایک عورت اٹھا کر لے گئی اور تمہرہ لمحتوں تیر ہیں میرہ کے سر کا۔ ایک ہمیں حسبِ عادت بعض خامیوں پر شان لگائے تھے۔ اب وہ نئی پی سامنے نہیں تنشان لئے مقالمات پر اپنے اس کیسے کریں۔ مگر بہر حال کہہ سکتے ہیں کہ ان شانوں کا تعلق بہت عمولی جزوی خامیوں سے تھا۔ خامیاں نادل کے مقصود اشاعت اور دیپی میں خارج ہوتے والی نہیں تھیں۔  
شیشل اکادمی کو مبارکبا و کہ اس نئے کتاب پیش کر کے مزروعی

بہوت بہت ہی ظاہر ہے۔ جناب محمد احمد عباسی نے اس مسودہ حال کا جو تجزیہ پیش کیا ہے وہ خاصاً و فردیار ہے اور اس سے یہ قیاس کرنے میں مدد ملٹی ہے کہ ایک لفڑا اور فرمی عالم بھی حال کے دیا اور خارجی حرکات و خواہی اُنہی اندازی کے کس طرح اندر یہ ہو سکتا ہے۔

حضرت علیؑ کے تعلق سے شیعوں اور سینیوں میں فرق یہ ہے کہ شیعہ تو حضرت علیؑ کو معمور تسلیم کے لحاظ سے تمام صحابہؓ کی آبرد اور عماں و مناقب کو ان کے ائمہ پر پچھا دکھانے ہوئے ہیں اور سیٽی حضرات بزرگ خود معبودیت علیؑ کی منزل سے بہت دور ہیں۔ لیکن شیعی پروپگنڈے کی وقت کا کوئی مانا پڑتے ہیں جب یہ نظر آتا ہے کہ حضرت علیؑ کے باشے میں قومی اندھا احتلال کا دعویٰ پکنے والے سینیوں نے بھی جیسوں ایسی روایات کو سزا نہیں پڑھا اکھا ہے جو اپنے مطوفی ناخ و اور نصیلت افراد کے اعتبار سے اسی منزل کی طرف سے جانے والی ہیں جس منزل پر شیعی فکر لیتے، اسلامیہ کو لے جانا چاہتا ہے اور ان روایات کا کوئی مستحکم رشد اس سبق ملک سے نہیں ہے جن کا دعویٰ سینیوں کی زبانوں پر ہے۔ بھی دعویٰ ہے کہ محمد احمد عباسی کی تہلکہ المیز کتاب "خلافت معاویہ و زید" کو پڑھ کر اچھے اچھے داشت سینیوں کے قلمبیں جذبات کا وہ طوفان ان افلاک اور علم و حقل عرق پر کرو رکھ کے اور اس کے رد میں ایسے ایسے مضاہین و رسائل تصعیف کئے گئے جن پر علم و تحقیق قیامت تک مامن کر ترہیں گے۔ وجہ یہی، کہ سینیوں نے غیر شعوری طور پر خود ہی تعدادات پال رکھتے ہیں اور انہیں نہ مانتے کیا ہے وہ ایسی منطق بھارثے پر محبوو ہیں جسے انہی تقدیر و تھبت کے بغیر قبول نہیں کیا جاسکتا۔

"تحقیق مزید" کے متوسط نے اول "آن برگزیدہ ۱۵ صفات" رضی اللہ عنہم کی فہرست مع خضر و اخ پیش کی ہے جو ایم زید کے دور میں پیدا ہیات تھے۔ ان میں ازواج مہرات بھی ہیں اصحاب عذرہ بشرتہ بھی ہیں۔ اصحاب بذریجی ہیں۔ اصحاب بیعت و حشوائی بھی ہیں۔ مجموعی طور پر یہ تعداد ۲۲۲ ہے۔ اور یہ اس صورت میں ہے جو کہ وہ اصحاب ایسیں ہیں جو شاہ نہیں کرتے گئے ہیں جن کے نہیں وفات کتب اسچ میں نہیں ملتے

لکھنگیں نہایت دقیع اضافہ کیا ہے۔ کمال یہ ہے کہ تھبت بہت کمی گھنے ہے ورنہ عام معیار کے مطابق یہ کتاب دو روپے کی ہوئی چاہئے تھی تا نظریں یہ کتاب اور گیرہ نرم کی حقیقت آنکھ کارا کرنے والی دوسری کتابیں مکتبہ تجلی سے ہیں رہا سکتے ہیں۔ لکھنگیان کتابوں کو صرف تجارتی ہی نقطہ نظر سے نہیں اس بیکن کے ماخذ درخت کرتا ہے کہ ان کو بیکان اواب بھی ہے اور خدمت ملک و قوم بھی۔

## تحقیق مزید

### بسیسا لہ

**خلافت معاویہ و زید** ۱۹۷۶ء۔ ایسا کتاب کا جو تھبیت کر اجی ۱۹۷۶ء کا غدر ف۔

**صفات ۱۹۷۳ء** علاوہ مقدمہ۔ • قیمت جلد آٹھ روپے۔

اس کتاب پر ماہناہہ میثاق دلہ ہوں) کا تبصرہ قارئین لائی ۲۲۷۶ء کے تجھی میں مل احتظہ فریض کہ مطالعہ کے بعد جس تجھے پڑھیں دہ غورہ تبصرے سے مختلف نہیں ہے۔ جو شخص ہو تو اسی مقدمات، مبالغہ آمیز تصورات اور جوش فراہوں کے عاصمرے بنے پڑھے شیعوں کی عینک اٹا کر اس کتاب کو پڑھتے گا وہ بعض جزویات میں تین اخلاف تو کر سکتا ہے لیکن سمجھ پھاؤ کریں نہیں پھر سکتا کہ مصنف نے علم و تحقیق کا حق ادا نہیں کیا ہے۔

شیعی اور ہم و انکا ذریعہ تاریخ اسلام، حرمت معاویہ، تقدیں رسول اور دین و ایمان کے احصار مطہرہ پر کہاں کہاں کیسے کیا تھے نہ مارے ہیں یہ داستان بڑی دردناک ہے ہمارے اچھے اچھے اسالت بھی فرط معمومیت، پیش کی جائیں ایسی بوجی کا انکار ہے تو بغیر رہے اور اسچ اہل سنت ہی کے معتقدات میں لکھتے ہی ایسی عقاویہ شامل ہے جسپس وہ خود تو پڑا پاکیزہ و معتدل تصور کرتے ہیں لیکن تھبت میں وہ اس نہ ہر کی مانند ہیں جو چاندی کے درق میں پٹا ہوا ہو۔ حد سچے کہ وہ ایم وقت حضرت شاہ ولی اللہ الدھلوی طالب اللہ صراہ بھی جواہزاد الحفار کے صدر ۱۵ صفات میں ہے اسنت کے نقطہ نظر کی ترجیحی کرتے گئے ہیں آخر میں جیسے فضائل و مذاق کی منزل میں آتے ہیں تو حضرت علیؑ کی توصیف میں بڑا ایسی تعددی دعایات پر قلم کرتے چلے جاتے ہیں جن کا دور انکار

بیرے دارث پر اور میرے بعد میرے خلیفہ ہو۔" (کھنیں ص ۱۷)

اب یعنی رد ایت ابن جریر طبری کی تاریخ اور تفسیر و نویں میں ملاحظہ رہا یجئے۔ حالانکہ اس کا من گھرتو ہوتا آتا ہی وافع ہے جتنا صحیح کے بعد شاہ کا آنا۔ الگ صحیح ہو تو یہ شیعہ کی جگہ کوئی نہیں کیا رہا۔ خلافت ایک خاندانی و مردمی شے ہو گئی اور خلف اسے شیعوں کی تصریح کے مطابق غاصب ٹھیرے۔ نبود باللہ من لک

تاریخ کے قسمیں جو اپر کھیرتے اور عادی روایات کا جائز میں نہ بعد صفت نے ٹڑی کھنیں سے ایک گروہ شوارہ مرتب کیا ہے جسیں دکھلایا گیا ہے کہ بزرگ کے مقابل حضرت حشمت خواجہ الکرم اسلام میں حامیان وقت کے مقابل خروج کا پہلو اور انہیں بعد میں حضرت حسین کی اولاد اور دیگر ملوک پس اموریوں اور عاسیوں کے خلاف بہت سے خروج کئے ہیں ان کی تعداد ۲۶۶ ہے۔ کس نے کس کی خلاف کس سے خروج کیا ہے پوری تفصیل صفت نے دی ہے۔

اس کے بعد ان لوگوں کے خروج کی داستانیں بیان کی ہیں جو حصی اور حصی ہونے کے معنی ہے ہیں۔

اس تاریخ کا دادی کا ماحصل یہ ہے کہ خلافت اسلامیہ کو اپنی ہوئی جاگیر سمجھتے کا زخم باطل برابر کیسہ کاریاں کرتا رہا ہے اور شیعہ کا ترقی باقتدری ہے اسی بنیاد پا طل پر استوار ہے۔

خلائے پر صفت نے سن وار ایک فہرست اُن امراء و صحیح کی پیش کی جو حصیں شدید بیعنی دور راست سے یا کردار اسلام کی وجہ کی نادرت کا اعلیٰ ایزاری شرف حاصل ہوا۔ اس فہرست میں دیکھنے غالب ترین الکثریت اموریوں ہی کی نظر آئے گی۔ یہ ممکن ہے اخراج اسکے تباہت کرتی ہے کہ اللہ نے بنو ایمہ کو حکمرانی کی مخصوص صلاحیتوں سے خوب خوب لوزا رکھا۔ اب یہ اندھی پیشیت ناگو اور پورہ اللہ سے شکوہ کرے۔ تاریخی حقائق کا چہہ سچ کیا اور دون کورات کہنا آئندگی کی خدمت دین ہے۔

"خلافت معادیہ و نبیر" میں صفت نے تاریخوں کے درمیں معلوم کیے کا ایک تعاوہ بیان کیا تھا جس کے ذریعے بعض شیعی مسلمانوں کے

ظاہر ہے کچھ تکھوں میں سے بھی دوسری دو دین نہ ہے ہو سکے اس طرح تقریباً تین سو صحاہر خان کے بلکے میں معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ حدود نبیر میں نہ ہے۔ اور ان میں سے ایک سے بھی حضرت حسین کے خروج کو نہیں سہرا لے۔ ان کا صاف تھا ہیں دل۔ انھیں ان کے اقدام میں حق بجا نہیں مان۔ بلکہ بعض نے نکتہ کی سمجھایا بھاگایا۔ اعتراض کیا۔

ایک جگہ کا جو چاہتے ہیں مانے کہ تمام صحاہر دین کے تقاضوں سے بے خرچ۔ ایک حصی ہی نے دین کو سمجھا اور نبیر کے خلاف خروج کیا اور جس کا جو چاہتے ہیں مانے کہ تمام صحاہر دلکشی خرچ، تا فہم اور یہ شعور ہونا مستبعد ہے اقرب یہ ہے کہ حضرت حسین خدا ہی سے اجنبی میں غلطی ہوئی۔

اس کے بعد صفت نے بعض مشہور و معتبر مکار مصورع یا حضرت زادیات کا یوں کھیلا ہے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ حق اور مذکور کے بعد ایمان لائے اور ان کا ایمان دبائی اور مجبوری کا

تمہارا اس کی تربیتی صفت نے مستقل باب خاتم کر کے تہذیب مضبوط اور دل نہیں لا سکتے تا بت کیا ہے کہ ہو اور میرے سابق الایمان ہونے سے بھی بولا شم سے بیچھے ہیں وہی آگے ہی رہے۔ دو ران بحث میں فاصل مولف شیعی قصورات عقائد کی جو جعلیکاری ان کے معین علماء کے حوالوں سے دکھلتے جاتے ہیں وہ اُن مفہیوں کے لئے آئینہ معتبر ہیں جس میں پتا ہے کہ حضرت ملک کے باشے میں ان کی عقیدت تربیتیں کا ذہنی سانچا تیار کرنے میں بھی فنکاروں کی کارگردانی کو کس قدر دخل ہے۔ سخت حیرت ہوتی ہے جب دیکھتے ہیں کہ اپنے مذکور کتاب تاریخ کو "اپنا" سمجھتے ہیں اور انکی بعد سے حضرت علی رضا اور حضرت حسین کا ایک بہت بڑی بلند درجہ تردد ہے کہ تاریخ کی تحریر کرنے میں دیہی اُن خرافات اکاہا بہت کو بھی اپنے وسیع دامن میں سیکھے ہوئے ہیں جن سے شیعی تصویرت کو غذا ملتی ہے اور اپنی سنت کے مصحح ترین عقائد کی جسٹر کٹ جاتی ہے۔ مثلاً شیعی الطریق پر میں روایت ملتی ہے کہ حضرت نے حضرت علی رضا سے فرمایا۔

"قم میرے بھائی ہو، میرے وزیر ہو، میرے صاحب ہو"

مانشہ کو چوم لیا تھا یا مکٹ پر وہ روایت جس میں حضور نے فرمائے کہ صرف مانشہ ہی ہیں جن کے لحاف میں ہوتے ہوئے مجھ پر وہی نازل ہوتی ہے۔

یہ روایات بالکل درست ہیں لیکن تو ضمیح و قہقہم کے بغیر یہ ان لوگوں کو زبان اختراع دراز کرنے کا موقع دیتی ہیں جو نکے زاویہ ہائے فکر و نظر فتنہ اناکار عدالت نے کج کروئی ہے۔  
(۳) بعض ایسی روایتیں جو مصنف کے موقف مسلک سے ملاری ہیں ان کا نقہ ہیں کہیں اشترہ گیا ہے جیکہ بعض اجزاء سے موضع کا ذکر و میان خاص ماطول ہوتا چلایا ہے۔

تمہرہ طلب کتابوں کا آنا ہجوم ہو گیا ہے کہ بہت مفصل تصریح دشوار ہیں۔ حاصل تصریح یہ چھٹے کہ ”تحقیقہ زیدی“ اپنے مراد اور تحقیق اجزاء کے اعتبار سے ایک ایسی کتاب ہے، جو غریبان، اُذھین کیلئے تاقیامت ایک ساختہ، ایک مناسبت کا کام دے گی پڑھنے یہ اور غریب ہے کہ کن کن حقائق کو جھٹلا میکس کے۔ غریب چنان اور جہاگ اُڑانا آسان ہے لیکن سنجی گی سے دلائل کا سامنا کرنا ہر کوہ مہ کے بس کی بات نہیں۔  
صلائے ماں ہے یا ران نکتہ دان کے لئے!

جنہیں اور ہفتہ ہیں بعض حضرتین تو اسے سببا انتشار کر چکے ہیں مکار در بعض نے تصدیق اس میں کچھ بھی کی۔ مصنف نے کچھ بھی کا جواب دیتے ہوئے اس قاعدے کو پھر سے شرح و بسط کے ساتھ پیش کیا ہے۔ کتاب کی بکل کے بعد وہ متعدد معاہدین مسلک کے لئے ہیں جو اس موضوع پر تخلیق یا کسی اور جو ہے میں چھپ چکے ہیں اُنہیں چونکہ خلافت معاویہ پر ویرید پر کئے گئے متعدد اختراعات کا جائزہ ہے اس لئے انھیں بھی کتاب کا تحریکی سمجھنا چاہیے۔

وضع تصریف ادا نہیں ہو گا اگر ہم ان گروہوں کا بھی ذکر نہ

کر دیں جو ہمارے نوشگوار ثابت نہیں ہوتے۔

(۱) شروع میں بابا کے اُردہ بولی عربی کے ایک خط کا فوٹو شائع کیا گیا ہے۔ حاصل کے خالی میں کتاب کا لٹریزی زراج اس خط کے رنگ دلو سے توانی نہیں رکھتا۔

(۲) اُس فوٹو کی بھی ضرورت نہیں تھی جس میں بابا کے اُردہ اور خود مصنف تشریف فراہیں۔ کیوں ضرورت نہیں تھی؟۔ اس کا جواب ہم نہیں دی سکتے۔

(۳) بعض روایتیں ایسی شامل ہیں جو قہقہم و تو ضمیح کی متفاضی تھیں۔ مثلاً مدد ۲۵ پر وہ روایت جس میں تباہی کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشکفر قرط مسرت میں حضرت

## تین کتابوں کا روح وزارت

جس کے ذریعے آپ پریمیٹر کی بھی خود ہی پانے کو فارسی مکمل کر کر	.....
اصحول فارسی مکمل ہر وحدت .....	.....
.....	سوار و پیہ
معین فارسی .....	.....
.....	۳۰ پیہے
درود فارسی .....	.....
.....	۵۰ پیہے
نہعلخ فارسی .....	.....
.....	۲۲ پیہے
ترجمان فارسی .....	.....
.....	ایک روپیہ
وکل نصاب کی جموجی قیمت تین روپے بالائم نئے ہیں)	.....
محاسنِ اسلام	حکیم الامت مولانا الحجر المحسنؒ کے مقالات
.....	.....

ان میں سے ہر کتاب فارسی بھی ہے اور مستند بھی۔  
مقبول عام ہونے کے باعث کئی ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔  
رسول عربی ..... ایک روپیہ بارہ کی بھی  
خلافت راشدہ (حقداد) ..... ایک روپیہ  
خلافت راشدہ (حقدوم) ..... ایک روپیہ  
تیمور کی بھروسی قیمت تین روپیے

مقالات شیخ الحنفی اشیعہ الحنفیہ مولانا الحجر المحسنؒ کے

بائی الصوت

بیکم عظیم زیری

# معدہ و حجگر کی درستگی کی تدریسیں

ذیل میں، وہ دو ایں استعمال کیجئے جو معدہ و حجگر اور آنکھوں کا فعل درست کریں تاکہ غذا صحیح طور پر خضم ہو کر جزو یوں ہو جائے۔ یہاں ایسی دو ایں میں جوارش سنبھل الطیب ہے۔ حضرت فولاد ہیں۔ بیس سال سے ان کا تحریر کیا جاتا ہے۔ سکھان مریض ان کے استعمال سے شفیک ہو چکے ہیں۔ المفتر رائی محنت، مہشقت کی کمی ایسا زیادی معاجموں کے چند نئے میں پھنس کر برپا نہ کیجئے اپنا باقاعدہ طلاح کیجئے۔

ذیل میں معدہ و حجگر کی درستگی کی تدریسیں بھی جاتی ہیں۔ یہاں اگر آپ ان پر عمل کرتے، ہے تو حیکوں اور ڈاکٹروں کے آستانہ پر حاضری کی ضرورت بہت کم ہو گی۔

(۱) اگر آپ ایک وقت گوشت۔ چھلی۔ انڈا۔ سیلا چاول۔ دھنی دالیں۔ تلی ہوئی اشیاء استعمال کریں تو دوسرا وقت بڑیاں، دودھ، اور کھلیں ضرور کھائیں تاکہ جسم کا کیمیا ہوئی توازن قائم رہے۔

(۲) روٹی مٹوئے اور لفڑی جھنے آئے کی استعمال کیجئے اگر آپ ایک بڑا تو پیا اور ہجرت میں دو تو لبکے تناسب سے بھروسی اور (چھان) نمواں کیجئے۔

(۳) والیں ہدیت چھلکے دار کھائیے (۴) موسمی پھل ضرور و رکھائیے۔ چھلوں میں ضروری ہیں کہ آپ سب سب موگی، سترہ اور انگوری ایستعمال کریں۔ اسرد، نماڑ۔ حجاج کیلا کھن سکتے ہیں (۵) جب بھروسی خصوص ہو فدا تب ہی کھلائیں (۶) حجراہت۔ حمر و خصہ اور تکن کی حالت میں خواہ تکن جساتی ہو یا داماغی کھانا ہرگز نہ کھائیے اور اگر ایسی ہی جلدی یو تو تازہ یا نرم گرم پانی سے اتنا منہ اور یاؤں اچھی طرح دھو کر حصی تا دوڑت کر کیجئے پھر اگستہ استہنہ تو الیکو ایچی طرح چیخ کر کھائیں (۷) خون کی کی اور معدہ و حجگر کی کروری میں گھر۔ مکھن اور دالیں کہے کم استعمال کیجئے۔

معدہ اور حجگر کی درستگی پر تمام اعضا جسم کی تدریسی کا اختصار ہے۔ کیونکہ جملہ اعضا جسم کی خواہ کام عدو ہی کھلی ہے۔ ہر سخن کے لئے فراہ کا انتظام معدہ ہی کو کرنا پڑتا ہے جب معدہ اور حجگر کا فعل بگوچا نہیں تو فدا ہم ہو کر جزو یوں ہوں گے۔ خون کی بیدائش کم ہو جاتی ہے اور کرکر دری حد احتمال سے بڑھ جاتی ہے تو مختلف امراض غالب اگر نہ گی اچیرن کردیتے ہیں۔ مثلاً اس زمانے میں جور داد و زنازہ مخصوص بیماریاں عام ہیں ان کے اکٹھاں میں معدہ و حجگر کی خواہ بھی ایک بڑا سبب ہے۔ بھی ہوئی مکھدری سے مردانہ مخصوص امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ یا ذوق پکڑ جاتے ہیں اور تحریر ہے کہ جب تک معدہ و حجگر کا فعل درست نہیں کیا جاتا ایسے امراض بھی انہیں پھوڑتے۔ جسم مخصوص بیماریوں کی بات بھڑاہی کی تو اس اور سن لیجئے کہ جو معللح مرضیں کے معدہ و حجگر کے فعل کو درست کرنے پر توجہ نہیں دیتے بلکہ انہا دعمنہ مختلط اور مقوعی بھروسیں سقوف، حلوب، سریسے دیغیرہ مرضیں کو استعمال کرتے ہیں اور مرضیں کا پیسہ لوٹتے ہیں اور اس کی وجہی ہی صحت کا بھی سنتی ناس کر داتے ہیں آپ خود سینیگی سے سوچئے تو سبھی کو کوئی مخصوص بھروسی بیماری میں مبتلا نہیں۔ معدہ و حجگر کا فعل خواہ ہے۔ بلکہ فدا بھی دیر میں ہضم ہوتی ہے، خون کم جاتا ہے اور عالم تدریستی بگوچا کی ہے تو ایسی حالت میں ضرورت اس بات کی ہے کہ معدہ و حجگر کی اصلاح کی جائے تو یہ کم مختلط دو ایں اور مقوی طور پر کھلے جائیں اس قسم کا دعاوی ایسا وقت مفید پڑتا ہے جب مام صحت نہیں بگوچا ہو معدہ و حجگر کا فعل شفیک ہو۔ بدن میں خون کی پیروں کی کمی نہ ہو۔ اس اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ آپ کی صحت برقرار ہے یا بھڑاہی تدریستی سفر ہے۔ یا مخصوص بیماریوں سے بچتا ہے مسائل ہو تو آپ سب سے زیادہ توجہ معدہ و حجگر کی درستگی پر کرے کم استعمال کیجئے۔



سکر مردی سے  
علیٰ بچوں  
موسم کی  
تبددی کے  
دنوں میں

## صافی

استعمال کیجیے

صافی آپ کو خون کی خرابی سے  
پیدا ہونے والی بیماریوں سے بچائے گی  
اور آپ کے نظمِ عصبی میں توازن  
پیدا کر کے آپ کے جسم میں زندگی  
کی لہر دوڑادے گی۔ معده کے فعل  
کو درست کرے گی اور جسم کو چحت  
اور پھر تیلباتائے گی۔

Sep. '62

Regd. No. A-972

# TAJALLI MONTHLY

DEOBAND, U. P.

## سُر مہ دُرِّجت

- جو تقریباً سترہ سال سے آپ کی خدمات انجام دے رہا ہے۔
- آنکھ کے اکٹرا مرض اور کمر درمی کے لیے بینظیر ہے۔
- ایک قدیمی نسخے سے تیار کیا ہوا جس میں سچے موئی اور دیگر قسمی دمغیدا جزا شامل ہیں۔
- بغیر کسی مرض کے بھی استعمال کرتے رہیے کہی آخری عمر تک عزتک نگاہ کو فاہم رکھتا ہے اور مرض کے حملوں سے بچتا ہے۔
- مصنفو طبیشی دعات کے پائیدار خول میں۔
- ایک یاد و شیشی ملتوائے پر محصولہ اک ایک روپیہ آنے لگتا ہے۔
- ایک ساتھ تین شیشی ملتوائے پر رخواہ پچ ماشہ والی ہوں یا ایک توں والی محصول و مصارف چھپوڑ دیا جاتا ہے۔
- ایک توں والی شیشی کی قیمت پانچ روپے۔ اور پچ ماشہ والی شیشی کی قیمت تین روپے۔

**دُرِّجت کی تعریف کرنیوالے چند حضرات کے نام ملا جائیں ہوں**

مولانا حسین احمد سعیدی، مولانا شیخ احمد عثمانی، مولانا فاری محمد طیب صاحب  
حشمت الدار العلوم دیوبند، مولانا مطلوب الرحمن صاحب عثمانی، مولانا مفتق  
عین الرحمن صاحب (نڈوہ امتحنیفین دہلی)، مولانا استیاق صاحب  
خوشیں (مدرس دارالعلوم) وغیرہ وغیرہ۔

**دارالفیض رحمانی - دیوبند - یوپی (انڈیا)**